توحید کے اثرات

عقیدۂ توحید براہِ راست انسان کو متأثر کرتا ہے۔ اس کا سب سے پہلا اور بنیادی اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان اس عقیدے کو پا کر آزادی وحریت فکر وعمل کے بلند ترین مقام کا حامل ہوجاتا ہے۔ انسان جب تک توحید خالص سے آشنا نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی کمزوری وضعف کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی حقیر سے حقیر چیزوں سے ڈرتا اور کمزور سے کمزور چیز کے سامنے سجدۂ نیاز کرتا دکھائی دیتا ہے۔ جو چیزیں اللہ نے انسان کی خدمت کے لیے متعین ومقرر کی ہیں انسان خود ان ہی کو پوجنے لگتا ہے۔ اپنے ہی جیسے انسانوں کو اپنا رب قرار دیتا اور مُردوں تک سے اپنی حاجتیں پوری کرنے کی امیدیں لگا بیٹھتا ہے۔ لیکن جب وہ توحید خالص سے آشنا ہوتا ہے تو اس کا وہ خوف جو اُسے دردر کی چاکری پر مجبور کررہا تھا، یک بیک ایسی قوت میں بدل جاتا ہے کہ اسے سوائے اپنے ربّ کے کسی کی کوئی پروا نہیں رہتی۔ اس کا یہ عقیدہ بن جاتا ہے کہ صرف ایک خدا سب اختیار اور تمام قوت کا مالک ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، یہی یقین اسے ماسوا اللہ سے بالکل بے نیاز کردیتا ہے۔

۱۶۔اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قال الله تعالىٰ: أنا أغني الشركاء عن الشرك من عمل عملا أشرك فيه معي غيري تركته وشركه .)) (صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٩٨٥، ابن ماجه، رقم الحديث: ٤٢٠٢)

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں (نیک عمل میں) دوسرے شرکاء (ساتھی) کے مقابلے میں شرک سے بالکل بے نیاز ہوں۔جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے علاوہ کسی دوسرے کو شریک بنا دیا تو میں اس انسان کو (بے یارومددگار) چھوڑ دوں گا اور اس کے شرک کو بھی۔''

۱۷۔مشابہت اختیار کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من تشبه بقوم فهو منهم .)) (أبو داود، رقم الحديث: ٤٠٣١، مسند أحمد: ٢/ ٥٠)

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انھی میں سے ہے۔''

دوسری روایت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ليس منا من تشبه بغير نا لا تشبهوا باليهود ولا بالنصاري .))

(جامع ترمذی، رقم الحديث: ٢٦٩٥)

''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے غیر کے ساتھ مشابہت اختیار کرے،اور تم یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرنا۔''

۱۸۔راز فاش کرنا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن من أشر الناس عند الله منزلة يوم القيامة الرجل يضفي إلى امرأته وتضفي إليه ثم ينشر سرها .)) (صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم إفشاء سرا المرأة)

''سب سے زیادہ بُرا لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک روز قیامت وہ شخص ہے جو اپنی عورت کے پاس جائے اور عورت اس کے پاس آئے (یعنی وہ صحبت کریں) اور پھر وہ اس کا راز فاش کر دے۔''





بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوة السلفية

15 ربیع الثانی 1433ھ جمعة المبارک 09 تا 15 مارچ 2012ء

شمارہ 10 جلد 64

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر : 042-3735 4406
فیکس نمبر : 042-37229802
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12
E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	12/- روپے
سالانہ	:	500/- روپے
بیرونی ممالک سے	:	200/- ریال
		60/- ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

جمہوریت...... یہ اور وہ

حافظ احمد شاکر

دین نام ہے اللہ تعالیٰ کے احکام اور کلام الٰہی کی ان تشریحات کا جو رسول اکرم ﷺ نے فرمائی ہوں گویا مسلمان حکومت یا اسلامی معاشرے میں طاقت کا سرچشمہ دین یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل فرمودہ وہ قوانین ہوتے ہیں جو اس نے اپنے بندوں کی ضرورت اور بہتری کے لیے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے ذریعے نازل فرمائے۔ ہر پاکستانی شاید یہ جانتا ہی ہوگا کہ اس بات کو آئین پاکستان میں یوں درج کیا گیا ہے کہ قانون پاکستان میں قرآن وسنت ہی ''سپریم لا'' ہے جب کہ ہمارے پسندیدہ اور مروجہ طرز حکمرانی...... جمہوریت...... میں طاقت کا سرچشمہ عوام کو گردانا جاتا ہے جس کا معنی یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ جس کو عوام پسند کریں وہ قانون ہونا چاہیے۔ اور یہی وہ کلیہ اور قاعدہ ہے جس سے تمام انبیاء ورسل کو واسطہ پڑا کہ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور فرعون اور اس کے سردار بھی تو یہی کہتے تھے کہ تم...... ایمان لانے والے...... تعداد میں تھوڑے ہو، ہم اکثریت میں ہیں، لہٰذا جس طرف اکثریت ہو حق وہی ہوتا ہے۔ قومی اسمبلی کی اکثریتی جماعت نے پہلے ہی اپنی کلغی کی بلندی سے امن وآشتی اور معاش ومعیشت کے میدانوں میں اودھم مچا رکھا تھا کہ اب سینٹ کی اکثریت نے اس کے پھریروں کی اڑان فلک کو چھونے سے اور لیڈروں کے استحصالی عزائم طول وعرض میں نئے سرے سے بلند ہونے لگے ہیں تو گویا کہ ایوان زیریں (قومی اسمبلی) اور ایوان بالا (سینٹ) میں برتری حکمرانوں کو اسی جمہوریت کے طفیل مل گئی جس کو علامہ اقبال نے کہا ہے۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری ہر سیاسی جماعت اسی جمہوریت کو صحیح جمہوریت کہتی ہے جس میں اقتدار اس کے حرم میں آجائے۔

اقتدار کی راہداریوں تک پہنچنے والا کوئی فرد بھی کم از کم ہمارے علم میں ایسا نہیں جو کبھی کسی مثبت مقصد یا ملک وملت کے لیے کسی خیرخواہی اور بھلائی کی نیت سے ایوان اقتدار میں آیا ہو۔ ہر آنے والا حکمران جانے والے کی بداعمالیوں اور بدعنوانیوں کی دیواریں چن کر اپنی حکمرانی کی نیو رکھتا نظر آیا اور اس کے بعد آنے والا حکمران بھی اسی کلیے پر جانے والے کے اکثر مفید کارناموں کو غیر مفید ثابت کرنے پر ایک طویل عرصہ صرف کرتا ہے، پھر کہیں جا کر اپنے نئے منصوبوں کے اعلان اور ان کو مفید ثابت کرنے کی خاطر قوم کا کثیر سرمایہ صرف یا قابو کرنے کی راہیں تلاش کر لیتا ہے لیکن افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ حکمران جماعت ہو یا اپوزیشن، ان کے سربراہ اور لیڈر اپنے مفادات سے غفلت کے کبھی مرتکب نہیں ہوتے بلکہ اس پہلو سے اپوزیشن فرینڈلی، یعنی دوستانہ بن کر حکمرانوں کے کرتوتوں سے چشم پوشی کر کے اپنا ''مستقبل'' محفوظ کرنے میں ہمیشہ مستعد رہتی ہے۔

اختلاف رائے کا حق دیتے ہوئے اپنی نامکمل معلومات کے مطابق مغربی ممالک کی جمہوریت یا جمہوری حکومتوں کا جو مقصد ہمارے علم میں آیا ہے کہ وہاں کے سیاست دان اپنے ممالک کی بقا، اس کے معاشی استحکام اور ہمہ جہت وفا بلکہ اخلاقی اقدار کا لحاظ تو یقیناً رکھتے ہوں گے لیکن کسی حد تک نہیں بلکہ بہت حد تک ان جمہوری حکمرانوں کا اپنے عوام کی خدمت کا 'اسلام کے عطا کردہ نکات کی روشنی میں' جذبہ بھی ہوتا ہے۔

حادثہ بہاولپور کے بعد ہمیں جتنی جمہوری حکومتیں دیکھنے کو ملیں ایک تو وہ آقائے ولی نعمت کے نیو ورلڈ آرڈر جس کا اہم نکتہ جمہوریت کی پٹاری سے

مہنگائی کے اژدھے کونکال باہر کرنا تھا' کی تعمیل وتنفیذ میں حق بندگی ادا کرتی رہی اور دوسرا آنے جانے والے حکمرانوں کا ''خیال رکھو' کے زریں اصول کی پاسداری کرتا رہا کہ ہر صاحب اقتدار آقا کی ہر ممکن اطاعت کے بعد حسب توفیق مہنگائی میں حصہ رسدی، وہ جناس سٹاک کر کے اس کی گراں فروشی یا سستی گندم باہر بھیج کر مہنگی خرید کرے یا غیر ممالک کی مصنوعات (سیمنٹ، سریا، چینی وغیرہ) برآمد کر کے نفع کماتا رہا اس معاملہ میں وقت کی اپوزیشن نامی مخلوق ہمیشہ دوستانہ کرداریوں ادا کرتی رہی کہ حکم رانوں کی کرتوتوں سے چشم پوشی کر کے اپنا مستقبل محفوظ کرتی رہی کہ اب ہم (یعنی اپوزیشن) آپ (یعنی حکم رانوں) کا خیال رکھتے ہیں کل آپ ہمارے دور حکومت میں ہمارا خیال رکھیں کیوں کہ اقتدار کے بٹیر کی حدت ایسی ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ یہ جس ساست دان کے ہاتھ میں آجائے وہ اس کو وقار کے ساتھ یا آئین کے تحت چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

ہاں تو بات چل رہی تھی جمہوریت کی جس میں مغرب میں رائج جمہوریت اور ہمارے ہاں کی مروجہ جمہوریت کا فرق واضح کرنے کی کوشش کی گئی تھی یہ تحریر لکھنے کی غرض یہ تھی کہ جس نظام حکومت کا اہم نکتہ طاقت کا سرچشمہ عوام کو گردانا جاتا ہو اس نظام حکومت میں شمولیت یا اس کی تائید کیا مذہبی جماعتوں کو زیب دیتی یا شرعاً ان کے لیے کوئی وجہ جواز ہے؟ اگر وطن عزیز کی سیاست کے دھارے میں شمولیت ان کی مجبوری ہی ہے تو وہ کم از کم **اضعف الایمان** ...... کہ اس کو دل سے برا جانئے ...... کا اظہار ہی کر دیں لیکن کسی بھی مذہبی جماعت کے سیاسی قائد کا اس طرز حکومت سے برأت کا اظہار یا بیان کم از کم ہماری نظر سے نہیں گزرا۔

ہماری درخواست ہے کہ تمام مسالک کے اصحاب علم جمہوری طرز حکومت کے بارے میں اپنے کسی متفق علیہ موقف کا اظہار فرما کر نیاز مندوں تک پہنچائیں اور اپنا دینی وشرعی حق ادا کریں۔

جائز وناجائز نوازشات ہمارے ہاں کی جمہوریت کا جز واعظم ہے اور ان نوازشات کی ابتداء ایوان ہائے اقتدار میں داخل ہوتے ہی شروع کر دی جاتی ہے۔ وطن عزیز میں اس وقت سب سے بڑا مسئلہ مہنگائی کا ہے۔ اور مہنگائی کا ایک بڑا سبب توانائی کا بحران ہے۔ توانائی کے بحران کا ایک اہم سبب سرکاری اداروں کی عدم ادائیگیاں اور مہنگے داموں اس کی خرید ہے دوسرا سبب غیر پیداواری حکومتی اخراجات میں بے تحاشا اضافہ خصوصاً بھاری بھرکم کابینہ، مشیران کی فوج ظفر موج کی شاہانہ تنخواہیں، قائمہ کمیٹیاں اور ان کے سربراہان کے لیے غیر معمولی مراعات، اراکین قومی، صوبائی اسمبلیوں اور اراکین پارلیمنٹ کے الاؤنسز، ان کے استحقاقی اخراجات اور ترقیاتی فنڈز کے نام پر ان اراکین کو کروڑوں روپوں کا اجراء اعیان حکومت کے بے تحاشا اور جمبو سائز کے بیرونی دورے، اگلے روز اخبارات سے علم ہوا کہ حکومت پاکستانی بینکوں کی کھربوں کی مقروض ہو چکی ہے۔ حکومت اور حکم ران اخراجات کم کرنے کی طرف دھیان ہی نہیں دیتے پچھلے دنوں اخبارات میں خبر آئی کہ حکومت کو سینٹ کا الیکشن چھتیس کروڑ میں پڑا اس کی تفصیل یہ بیان کی گئی کہ حکومت نے سینٹ میں برتری حاصل کرنے کے لیے ووٹروں ...... جو اسمبلیوں کے ممبران ہوتے ہیں ...... کو چھتیس کروڑ کے فنڈز جاری کیے۔ ایوان صدر، وزیر اعظم ہاؤس اور حکم رانوں کے دیگر اخراجات جن کے کچھ کچھ حصے کبھی کبھی منظر عام پر لائے جاتے ہیں ...... سے عوام کو اس لیے آگاہ نہیں کیا جاتا تاکہ حکم رانوں کی عوامی خدمت کا تاثر مجروح نہ ہو جائے۔ واہ اقبال کیا کہہ گئے ؎

فطرت کو خرد کے روبرو کر تسخیرِ مقام رنگ و بو کر
تو اپنی خودی کو کھو چکا ہے کھوئی ہوئی شے کی جستجو کر
تاروں کی فضا ہے بے کرانہ تو بھی یہ مقام آرزو کر

درس قرآن

قسط نمبر ۱۳

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ﴿انا جعلنا فی اعناقھم﴾ میں دوزخیوں کے عذاب کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ سورۃ المومن میں ہے:

﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ o فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ o﴾ [المؤمن: ۷۱، ۷۲]

''جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔''

بلاشبہ جہنمیوں کے گلے میں بھی طوق ہوں گے مگر سورۂ یٰس کی آیت مبارکہ کے بین سیاق میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس میں کفار کی گمراہی اور ان کے جہنمی ہونے کی علت بیان ہوئی ہے۔

ان آیات کے سبب نزول میں مختلف روایات آئی ہیں اور بعض مفسرین نے انھیں نقل بھی کیا ہے مگر وہ بیشتر ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔ انھی میں سے ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ حرم پاک میں بلند آواز سے قرآنِ مجید کی تلاوت کر رہے تھے، ادھر قریش کو یہ تلاوت ناگوار گزر رہی تھی۔ وہ اٹھے تاکہ آپ ﷺ کو تلاوت سے روکیں تو ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے جڑ گئے اور ان کی بینائی جاتی رہی۔ وہ پریشانی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلہ رحمی کے توسط سے آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کی، چنانچہ آپ ﷺ نے دعا کی تو وہ صحیح حالت میں آ گئے اور ان کی تکلیف جاتی رہی۔ اسی پس منظر میں سورۂ یٰس کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ یہ روایت ابن مردویہ اور ابونعیم کی ''دلائل النبوۃ'' (۱/ ۱۹۹، ۲۰۰) کے حوالے سے ہے۔ قاضی شوکانی نے فرمایا ہے:

''وفي الباب روايات في سبب نزول ذلك، هذه الرواية أحسنها وأقربها إلى الصحة.''

(فتح القدير: ٤/ ٣٦٢)

''اس کے سبب نزول کے باب میں کئی روایات ہیں۔ ان میں یہ روایت احسن اور صحت کے زیادہ قریب ہے۔''

حالانکہ اس روایت کی یہ پوزیشن قطعاً نہیں، نضر بن عبدالرحمٰن ابوعمرو الخزار اس کا راوی متروک ہے۔ (تقریب)

اسی طرح حضرت عکرمہ سے منقول ہے کہ ابوجہل نے کہا اگر میں محمد ﷺ کو دیکھ لوں تو میں انھیں ایسے اور ایسے کردوں گا جس پر ﴿انا جعلنا فی اعناقھم .... إلخ﴾ نازل ہوئی۔ کفار اسے کہتے تھے: یہ محمد ﷺ ہیں تو ابوجہل کہتا: وہ کہاں ہیں؟ مجھے تو نظر نہیں آتے۔

(ابن جریر: ۲۲/۱۵۲)

مگر یہ بھی مرسل ہے۔

ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور دیگر مخزومیوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا۔ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ لوگ آپ ﷺ کی قراءت سن رہے تھے۔ انھوں نے ولید کو بھیجا کہ تم جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو قتل کر کے آؤ، چنانچہ وہ وہاں آیا جہاں آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ ولید آپ ﷺ کی قراءت تو سن رہا تھا مگر آپ ﷺ کو دیکھ نہیں رہا تھا۔ وہ واپس پلٹ گیا اور انھیں خبر کر دی، پھر وہ سب وہاں سے چلے اور اسی جگہ آئے جہاں آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے آپ ﷺ کی آواز سنی تو ادھر کو چل دیے۔ آگے بڑھے تو

وہی آواز پیچھے سے سنائی دینے لگی۔ یوں وہ واپس چلے گئے اور آپ ﷺ تک نہ پہنچ پائے۔﴿وجعلنا من بين ايديهم سدا..... إلخ﴾ میں اسی واقعے کا بیان ہے۔ امام بیہقی نے "دلائل النبوة" (۲/ ۱۹۶، ۱۹۷) میں یہ روایت "محمد بن مروان السدي الصغير عن محمد بن السائب الكلبى عن أبي صالح باذام عن ابن عباس" کی سند سے ذکر کی ہے۔ اور علامہ سیوطی نے بھی اسے "الدر المنثور" میں بیہقی کے حوالے سے نقل کیا۔ مگر یہ سلسلۂ سند سخت ضعیف ہے۔ محمد بن مروان السدی الصغیر اور محمد بن سائب دونوں کذاب ہیں۔ ابوصالح باذام ضعیف اور مدلس ہے بلکہ اس کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سماع ہی صحیح نہیں۔ (تہذیب) اور اس کا شانِ نزول سے بھی تعلق نہیں۔

اسی سے ملتا جلتا قصہ ذرا تفصیل سے علامہ بغوی، علامہ قرطبی، علامہ ابن الجوزی اور علامہ آلوسی نے نقل کیا ہے مگر یہ بے سند ہے۔ تتبع کے باوجود اس کی سند نہیں ملی حتی کہ علامہ سیوطی نے بھی "الدر المنثور" میں ذکر نہیں کیا، اسی لیے ہم نے اسے نقل کرنے سے اجتناب کیا ہے۔

البتہ تاریخ وسیر میں یہ بات معروف ہے کہ ہجرت کی رات رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے سورۂ یٰس کی ابتدائی نو آیات پڑھتے ہوئے اور مٹھی میں مٹی لیے ہوئے نکلے۔ کفار جو دروازے پر آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے مٹی ان کے سروں کی طرف پھینکی تو وہ ان کے سروں میں پڑی اور وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکے۔

﴿وَسَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ۝ اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكۡرَ وَخَشِيَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَيۡبِ فَبَشِّرۡهُ بِمَغۡفِرَةٍ وَّاَجۡرٍ كَرِيۡمٍ۝﴾

[یس: ۱۰، ۱۱]

"اور ان پر برابر ہے، خواہ تُو انھیں ڈرائے یا انھیں نہ ڈرائے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تُو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔"

پہلی آیات میں متکبرین و متمردین کے بارے میں جو فرمایا گیا کہ ان کے گلوں میں ٹھوڑیوں تک طوق ہیں، ان کے آگے اور پیچھے دیواریں ہیں اور انھیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ یوں ان کے لیے آفاقی وانفسی دلائل سے مستفید ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ انھیں ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے اور ایمان سے محرومی ان کا مقدر ہے۔ اسی حقیقت کا بیان سورۃ المطفّفین میں یوں ہوا ہے:

﴿كَلَّا بَلۡ سکتة رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ۝﴾ [المطفّفين: ١٤]

"ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے ہیں۔"

یعنی ان کے تمرد وسرکشی اور بدعملی کا زنگ ان کے دلوں پر بیٹھ گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن العبد إذا أذنب ذنبا كانت نكتة سوداء في قلبه، فإن تاب منها صقل قلبه وان زاد زادت.)) (ترمذي، رقم الحديث: ٣٣٣٤)

"بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے۔ اگر اس سے توبہ کرلے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر زیادہ گناہ کرتا ہے تو سیاہ نکتہ زیادہ ہو جاتا ہے۔"

دل کے اسی اندھے پن کا ذکر یوں ہے:

﴿فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ﴾ [الحج: ٤٦]

"پس بے شک قصہ یہ ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"

دل کے اسی زنگ اور اندھے پن کو مہر، ختم یا پردے کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ اس لیے یہ مہر دراصل ان کی اپنی بدعملیوں کے نتیجے میں ہے۔ اور یہ ان پر حجت پوری کر دینے کے بعد بطور لعنت

لگائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے اور صحیح ہے، اس لیے اس نے اپنے علم ازلی سے خبر دی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، گویا ﴿لا یؤمنون﴾ خبر ہے، امر نہیں کہ وہ ایمان نہ لائیں۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اگر کہا جائے کہ جب "إنذار" کا فائدہ نہیں تو انھیں "إنــذار" کیوں کیا جائے؟ فرماتے ہیں کہ یہ ڈرانا نہ ڈرانا کفار کے حق میں ہے کہ انھیں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ "سـواء علیك" نہیں فرمایا گیا، اس لیے دعوت و تبلیغ مؤثر ہو یا نہ ہو داعی اور مبلغ کو فریضے کی ادائیگی کا ثواب بہرحال ملے گا۔ علاوہ ازیں ایسے اشقیاء کو ڈرانا اتمام حجت کے لیے بھی ہے کہ کل قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں: ﴿ما جاء نا من بشیر ولا نذیر﴾

''ہمارے پاس تو کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔''

اس میں رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی بھی ہے۔ آپ ﷺ جو شب و روز دعوت حق میں ایک کیے ہوئے تھے اور دعوت و تبلیغ کا ہر طریقہ اپنائے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود کفار کے دلوں میں آئے دن تمرد و سرکشی بڑھتی جا رہی تھی، ایسی حالت میں دلبرداشتہ ہونا اور فکر مندر رہنا ایک فطری عمل تھا جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ [الکھف: ٦]

''پس شاید تُو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہو اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔''

اسی تناظر میں اس آیت میں آپ ﷺ کو تسلی بھی ہے کہ آپ ﷺ فکر مند نہ ہوں، ان کے کرتوتوں کے نتیجے میں ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اب انھیں دولت ایمان نصیب نہیں ہوگی۔ نتیجتاً یہ جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں۔

﴿انما تنذر﴾ اس آیت میں کفار کے مقابلے میں بتلایا گیا ہے کہ یہ "إنذار" کن کے لیے فائدہ مند ہے، چنانچہ فرمایا کہ آپ ﷺ کا ڈرانا ان کے لیے ہے جو نصیحت کی پیروی کریں اور رحمان سے بن دیکھے ڈریں۔

"إنــذار" کے عموماً معنی ''ڈرانے'' کیا جاتا ہے مگر درحقیقت محض ڈرانے کو "إنذار" نہیں کہتے بلکہ اس سے ایسا ڈرانا مراد ہے جو بربنائے رحمت و شفقت ہوتا ہے اور خوفناک چیز سے آگاہ اور خبردار کرنا ہوتا ہے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو "الـنذیر" کا لقب دیا گیا ہے تو اس میں بھی یہی معنی پائے جاتے ہیں کہ وہ از راہ شفقت و رافت آئندہ عذاب سے ڈراتے ہیں اور اس میں خیر خواہی کا پہلو پایا جاتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کے عذاب سے ''خوف'' تو دلاتے رہے ہیں مگر وہ "مُـنذِر" ہیں "مُـخـوِف" نہیں ہیں۔ والدین بھی اولاد کے لیے "الـــنذیـر" ہیں کہ وہ آگ سے اور دوسری خوفناک اشیاء سے اسی شفقت و محبت کی بنا پر ڈراتے ہیں۔ اس کے برعکس چور، ڈاکو کا یا کسی ظالم کا ڈرانا "إنذار" نہیں کہلاتا، اسے عموماً ''خوف'' سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ وہ محض ڈراتے دھمکاتے ہیں، خیر خواہی یا شفقت و رحمت سے وہ عاری ہوتے ہیں۔

اس آیت میں کفار کے مقابلے میں آپ ﷺ سے تسلی کے تناظر میں فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے "إنـذار" سے وہ مستفید ہوتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرتا ہے اور اس کے دل میں رحمٰن کی خشیت ہے۔ "إنـذار" سے مستفید نہ ہونے والوں کی حالت یہ بیان ہوئی تھی کہ ٹھوڑی تک طوق میں ان کی گردنیں اکڑی ہوئی اور نگاہیں اوپر کو اُٹھی ہوئی ہیں، ان کے آگے پیچھے دیوار ہے اور آنکھوں پر پردہ ہے۔ جس شخص کی یہ حالت ہو اُسے نہ کوئی راستہ نظر آتا ہے نہ وہ کہیں نکل ہی سکتا ہے۔ اس کے برعکس "إنـذار" سے مستفید ہونے والوں کی دو صفات بیان ہوئی ہیں: "الذکر" کی تابعداری اور اللہ کی خشیت۔

''الذکر'' سے مراد قرآنِ مجید ہے۔ اسی معنی میں اس کا اطلاق قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں آیا ہے، ملاحظہ ہو سورۃ الحجر (٩) اور سورۃ الانبیاء (٥٠)۔ سورۂ ق میں ہے:

﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾ [ق: ٤٥]

''آپ انھیں قرآن سے نصیحت کریں جو وعید سے ڈرتے ہیں۔''

سورۂ ق کی اسی آیت اور آیت نمبر (۳۳) ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ﴾ کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے شائقین اس پر ایک نظر ڈال لیں

﴿فبشره بمغفرة واجر كريم﴾ نصیحت کی پیروی کرنے والے اور تنہائیوں میں اللہ سے ڈرنے والے کو بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔ یہاں ''مغفرة'' نکرہ کے طور پر ہے جس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی وسیع بخشش ہوگی جو تمام پہلوؤں کو ڈھانپ لے گی اور اللہ کے بندے پر گناہ کا کوئی اثر نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾ [النجم: ۳۲]

''یقیناً تیرا ربّ وسیع بخشش والا ہے۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ [الزمر: ۵۳]

''اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔''

اللہ کی رحمت ہر چیز کو وسیع ہے۔ یہ بخشش اس کی رحمت کا ہی نتیجہ ہے۔ وہ ایسا رحیم و غفور ہے کہ بخشنے کے بعد نہ عذاب ہے نہ ہی کوئی عار۔ یہ مغفرت ایمان کا نتیجہ ہے اور ''رزق کریم'' اعمال صالحہ کا نتیجہ ہے:

﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ [الحج: ۵۰]

''تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے سراسر بخشش ہے اور باعزت رزق ہے۔''

گناہ گار مومن بالآخر ایمان کی برکت سے ہی جہنم سے نجات پائے گا۔ ''رزق کریم'' باعزت رزق۔ ''کریم'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے اور یہ ''کرم'' سے ہے جس کا اطلاق پسندیدہ اخلاق اور صفات محمودہ پر ہوتا ہے۔ اور ''الکریم'' ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنی ہم جنس چیزوں میں سب سے زیادہ صاحب شرف و فضل ہو۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت جب ''الکریم'' ہو اس سے احسان و انعام مراد ہوتا ہے کہ وہ بغیر استحقاق کے انعامات سے نوازتا ہے اور بغیر سوال کے احسان فرماتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قرآن بھی ''کتاب کریم، قرآنِ کریم'' ہے، رسول بھی ''رسولِ کریم'' ہے، جنت بھی ''مقام کریم'' ہے، جنت کا رزق بھی ''رزق کریم'' ہے اور مومن کا اجر بھی ''اجرِ کریم'' ہے۔ یہاں ''رزق کریم'' جو فرمایا اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ دنیا میں لوگوں کو رزق ایک دوسرے کے باہم تعاون کے نتیجے میں مل رہا ہے، خود بخود رزق کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ گویا دنیا میں حصولِ رزق کے لیے انسان باہم ایک دوسرے کے محتاج اور ممنون ہیں۔ دنیا میں رزق کے حصول کے لیے کوشش اور محنت کی ضرورت ہے اور اس کی تلاش کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے مگر جنت میں ''رزق کریم'' ملے گا اور بلا محنت ومشقت ملے گا، وہ اس کے حصول میں کسی کا ممنون ومحتاج نہیں ہوگا۔ اور وہ ایسا رزق ہوگا جس کے کھانے سے ڈکار آئے گا تو کستوری کی خوشبو آئے گی، کھانے پینے سے بول وبراز کی حاجت نہیں ہوگی۔ ایسی شراب طہور پلائی جائے گی جس کے برتنوں پر کستوری کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔ تخت شاہی پر حسب خواہش ہر چیز حاضر خدمت کی جائے گی۔ کسی کوفت اور کسی قسم کی محرومی کا وہاں کوئی تصور نہیں ہوگا۔ اہل جنت دنیا میں لذات جسمانی سے بے نیاز ہو کر تمام کلفتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے رہے، اب جنت میں ان کی لذت کے لیے وہ سب سامان ہوگا جس کا تصور دنیا میں کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھا:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [السجدة: ۱۷]

''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے اُس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اس لیے رزق جنت ''رزق کریم'' ہے جہاں ہر مقصود حاصل ہوگا اور پورے اعزاز واکرام سے حاصل ہوگا۔

دیکھیں ہفت روزہ الاعتصام، جلد نمبر (۶۲)، شمارہ نمبر (۵۱) مجریہ ۲۰۱۰ء اور جلد نمبر (۶۳)، شمارہ نمبر (۵) مجریہ ۲۰۱۱ء

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔ لاہور)

باب: هل يقول: من أين أقبلت؟

کیا آدمی کسی کو یہ کہہ سکتا ہے کہ تُو کہاں سے آیا ہے؟

١١٩٠ . عن ليث، عن مجاهد قال: كان يكره أن يحد الرجل النظر إلى أخيه أو يتبعه بصره إذا قام من عنده، أو يسأله: من أين جئت وأين تذهب؟

"حضرت لیث نے بیان کیا کہ حضرت مجاہد اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کو تیز نظروں سے دیکھے اور جب وہ اٹھ کر جانے لگے تو اپنی نظر کو اس کے تعاقب میں لگائے اور اس سے پوچھے کہ تُو کہاں سے آیا ہے اور کہاں جاتا ہے؟"

١١٩١ . عن مالك بن زبيد قال: مررنا على أبي ذر بالربذة فقال: من أين أقبلتم؟ قلنا: من مكة، أو من البيت العتيق، قال: هذا عملكم؟ قلنا: نعم، قال: أما معه تجارة ولا بيع؟ قلنا: لا، قال: استأنفوا العمل.

"مالک بن زبید بیان کرتے ہیں کہ ہم ربذہ میں حضرت ابوذر کے پاس آئے، انھوں نے ہم سے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ ہم نے عرض کیا: مکہ سے یا کہا: بیت العتیق سے؟ یعنی حج کے لیے گئے تھے۔ انھوں نے فرمایا: کیا تم صرف حج وعمرہ ہی کے لیے گئے تھے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں، صرف حج وعمرہ۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا اس کے ساتھ کوئی تجارت (خرید وفروخت) تو نہیں کی؟ ہم نے عرض کیا: نہیں۔ تو حضرت ابوذر نے فرمایا: اب تم نئے سرے سے عمل شروع کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حج وعمرہ کی وجہ سے تمھارے پہلے گناہ معاف کردیے ہیں۔"

باب: من استمع إلى حديث قوم وهم له كارهون

کسی کی بات پر کان لگانا جبکہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہوں

١١٩٢ . عن ابن عباس، عن النبي ﷺ قال: ((من صور صورة كلف أن ينفخ فيه، وعذب، ولن ينفخ فيه، ومن تحلم كلف أن يعقد بين شعيرتين، وعذب، ولن يعقد بينهما، ومن استمع إلى حديث قوم يفرون منه صب في أذنيه الآنك.))

حضرت ابن عباس سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے کوئی تصویر بنائی قیامت کے دن اس کو کہا جائے گا: اس میں روح پھونکو اور اس کو عذاب دیا جائے گا۔ وہ ہرگز اس میں روح نہ ڈال سکے گا۔ اور جس نے جھوٹا خواب سنایا، اس کو مجبور کیا جائے گا کہ دو جو کے دانوں کو آپس میں گرہ لگائے۔ اس کو عذاب دیا جائے گا اور جو شخص کان لگائے ایسے لوگوں کی بات کی طرف جو اس سے بھاگتے ہوں تو ایسے آدمی کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔"

باب: الجلوس على السرير

چارپائی پر بیٹھنا

١١٩٣ . عن العريان بن الهيثم قال: وفد أبي

إلى معاوية وأنا غلام، فلما دخل عليه قال: مرحبا مرحبا، ورجل قاعد معه على السرير قال: يا أمير المؤمنين! من هذا الذي ترحب به؟ قال: هذا سيد أهل المشرق هذا الهيثم بن الأسود، قلت: من هذا؟ قالوا: هذا عبد الله بن عمرو بن العاص، قلت له: يا أبا فلان! من أين يخرج الدجال؟ قال: ما رأيت أهل بلد أسأل عن بعيد ولا أترك للقريب، من أهل بلد أنت منه، ثم قال: يخرج من أرض العراق ذات شجر ونخل.

''حضرت عریان بن ہیثم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد وفد کی صورت میں امیر معاویہ کے پاس گئے، میں ان دنوں نو عمر لڑکا تھا۔ جب میرے والد ان کے ہاں پہنچے تو انھوں نے کہا: مرحبا مرحبا، ان کے پاس آدمی چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا امیر المومنین! یہ کون ہیں جنھیں آپ مرحبا کہہ رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ اہل مشرق کے سردار ہیثم بن اسود رضی اللہ عنہ ہیں۔ ادھر میں نے بھی پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا: اے ابا فلاں! دجال کہاں سے نکلے گا؟ انھوں نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کسی شہر والوں کو جو دور والوں سے سوال کرے اور قریب والوں کو چھوڑ دے، تُو بھی ان شہر والوں میں سے ہے۔ پھر فرمایا: دجال عراق کی زمین سے نکلے گا جو درخت اور کھجور والی ہوگی۔''

١١٩٤ . عن أبي العالية قال: جلست مع ابن عباس على سرير.

''ابو العالیہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ چارپائی پر بیٹھا۔''

١١٩٥ . عن أبي جمرة قال: كنت أقعد مع ابن عباس. فكان يقعدني على سريره. فقال لي: أقم عندي حتى أجعل لك سهما من مالي فأقمت عنده شهرين.

دوسری روایت ابو جمرہ سے ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔ وہ مجھے اپنے تخت (چارپائی) پر بٹھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مجھ سے فرمایا: میرے پاس ٹھہر جاؤ کہ میں تمھارے لیے اپنے مال سے ایک حصہ مقرر کردوں، چنانچہ میں ان کے ہاں دو مہینے ٹھہرا رہا۔

١١٩٦ . أبو خلدة قال: سمعت أنس بن مالك وهو مع الحكم أمير بالبصرة على السرير يقول: كان النبي ﷺ إذا كان الحر أبرد بالصلاة، وإذا كان البرد بكر بالصلاة.

''ابوخلدہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ وہ حکم، امیر بصرہ، کے ساتھ تخت پر بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب گرمی ہوتی تھی تو نماز ذرا ٹھنڈی کرکے پڑھتے تھے اور جب سردی ہوتی تو جلدی ادا فرماتے تھے۔ (اس سے نماز ظہر مراد ہے۔)''



(۹)

جــرعــات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

مولانا اپنے مطالعے کی وسعت اور تنوع کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھے۔ خصوصاً مسلک محدثین پر تنقید، اصحاب الحدیث کی تنقیص اور علمائے اہل حدیث کا استخفاف وہ کسی صورت برداشت نہ کرتے تھے۔ اصحاب الرائے اپنے تفوق وبرتری کی دھاک بٹھانے کی خاطر اگر کبھی تاریخی حقائق کو جھٹلانے یا گڈ مڈ کرنے کی کوشش کرتے تو مولانا رحمہ اللہ کا قلم فوراً حرکت میں آجاتا۔ اور بعض دفعہ وہ مخدوم العلماء مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ سے درخواست کر کے تاریخی ریکارڈ درست یا اظہارِ حق کا فریضہ ادا کرتے تھے۔ ذیل کا اداریہ تفوق وبرتری کے خواہش مند اسی گروہ کی ایک غلط بیانی یا تاریخ مسخ کرنے کی ایک کوشش پر لکھا گیا تھا۔ اور آئندہ اداریے میں جس موضوع پر لکھنے کا اعلان کیا تھا آئندہ شمارے میں اس موضوع پر حضرت مولانا سلفی رحمہ اللہ کا ایک تفصیلی مقالہ ملنے پر شامل اشاعت کر دیا گیا تھا۔ پیشِ نظر اداریے میں بھی ان کے قلم کا احتیاط اور انداز اظہار ایسا ہے کہ ع ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو (احمد شاکر)

متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کی قریبی زمانے کی تاریخ سے جن لوگوں کو دلچسپی ہے ان کو معلوم ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے وسط میں شمالی ہند میں مغلوں کی حکومت کو انگریز کی ریشہ دوانیوں اور سکھوں کی چیرہ دستیوں سے بچانے اور صحیح اسلامی حکومت (خلافت علی منہاج النبوۃ) قائم کرنے کے لیے علمائے کرام کے معزز گروہ سے اگر کسی نے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی تو وہ مولانا محمد اسماعیل شہید اور آپ کے پیرو مرشد حضرت سیّد احمد شہید، پھر ان کے متوسلین ومسترشدین ہی تھے۔

توحید وسنت کی اس عاشق جماعت نے تحریک کو ایک طرف اندرونِ ملک میں منظم کیا، امکانی حد تک اس کی تنظیم وتبلیغ کو وسعت دی اور دوسری طرف سرحد پر عملی طور پر جہاد بالسیف کا معرکہ گرم کر دیا۔

بالاکوٹ کے میدان میں ان دو بزرگوں کی شہادت (۱۲۴۶ھ-۱۸۳۱ء) کے بعد ان کے جانشینوں نے اسی نہج پر یہ اسلامی جہاد ایک صدی سے زیادہ عرصے تک جاری رکھا تاآنکہ انگریز یہاں سے جانے پر مجبور ہو گیا، اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے موقع دے دیا کہ وہ اسی خطے پر خلافت اسلامی قائم کر سکیں جس میں بالاکوٹ کی شہادت گاہ واقع ہے۔

امر واقع یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس مقدس دعوت کو لبیک کہا اور پھر آنے والے ہر دور میں ہر قیمت پر اس کو سینے سے لگائے رکھا، وہ حضرات اہل حدیث تھے، جن کو انگریز کی شیطنت نے ''وہابی'' کا خطاب عنایت کیا تاکہ ''اہل تقلید'' بدک کر اس تحریک کے مخالف ہو جائیں یا کم از کم اس سے الگ رہیں، چنانچہ انگریز بہادر کی یہ چال کامیاب ہوئی، اور ''اہل تقلید'' حصرات من حیث الجماعۃ اس تحریک جہاد سے الگ رہے بلکہ بعض دفعہ مختلف عنوانوں سے اس دینی تحریک کی مخالفت میں نمایاں حصہ لیا گیا۔

وجہ یہ ہوئی کہ اس دعوتِ اصلاح وجہاد کی فکری بنیاد تقلیدی جمود کو توڑنے اور قرآن وحدیث سے بواسطہ اصحاب الحدیث اخذ واستفادہ کرنے اور ان پر عملی زندگی کو استوار کرنے پر تھی، اس لیے قدرتی طور پر پوری دلجمعی سے وہی شخص اس میں کام کر سکتا تھا جو اس بنیادی فکر کو قبول کرے۔ اور ظاہر ہے کہ ''اصحاب تقلید'' بزرگ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔

یہ بات حضرت سیّد احمد شہید کے بعض ملفوظات سے ظاہر ہے جنھیں صراطِ مستقیم کے نام سے مولانا اسمٰعیل شہید نے مرتب کیا تھا جس میں فرمایا ہے:

''در اعمال اتباعِ مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام

است بہتر وخوب است لیکن علم پیغمبر ﷺ را منحصر در علم یک شخص از مجتہدان نہ داند بلکہ علم نبوی منتشر در آفاق گردید بموجب مقتضیاتِ وقت بہ ہر کس رسیدہ وبعد ازاں کہ کتب مصنفہ شدہ جمعیت آن علوم ظاہر گشتہ پس در مسئلہ کہ حدیث صحیح غیر منسوخ یابد اتباع ہیچ مجتہد دران نہ کند واہل حدیث را مقتدائے خود شناسد وبہ دل محبت ایشاں دارد وتعظیم ایشاں لازم شمرد کہ حاملانِ علم پیغمبراند ...... ومقلدان، تعظیم وتوقیر مجتہدان بخوبی مے دانند محتاج آگاہی براں نیستند۔''

(ص:۲۹ مجتبائی)

خود مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین کے مسنون ہونے کے اثبات میں جو کتاب لکھی اس میں صاف صاف لکھ دیا:

"كيف يجوز التزام تقليد شخص معين مع تمكن الرجوع إلى الروايات المنقولة عن النبي ﷺ الصريحة الدالة خلاف قول الإمام المقلد." (تنوير العينين، ص: ۳۸ طبع دهلي)

اس تعلیم وتربیت کا یہ اثر تھا کہ یہ جماعت جذبہ جہاد کے ساتھ ساتھ عمل بالحدیث کے جذبے سے بھی سرشار تھی، چنانچہ اس جماعت مجاہدین کی قیادت ملک کے اندر اور باہر ان ہی لوگوں کے ہاتھ میں رہی جو اہل حدیث کو اپنا مقتدا مانتے اور تقلید شخصی سے کنارہ کش رہے تھے، یعنی صادق پوری خاندان: مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی، مولانا احمد اللہ، مولانا یحییٰ علی، مولانا عبداللہ، مولانا عبدالکریم وغیرہ۔

یہ وہ لوگ تھے جو سیاست، معیشت، معاشرت، عبادات، معاملات سب میں بیک وقت قرآن وحدیث پر عامل تھے۔ جذبۂ جہاد کی سرشاری، اس کے لیے ہمہ وقت تیاری اور معرکہ کارزار کی گرم بازاری کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ ۱۸۳۱ء سے ۱۹۱۵ء، قریباً ایک صدی، تک انگریز اس سے خائف ولرزاں رہا کیونکہ اندرون ملک اسی جماعت کی انگریز مخالف سرگرمیاں اور بیرونِ ملک مناسب موقع پر ان کے حملے انگریز کے لیے سردردی کا باعث بنے ہوئے تھے۔

صادق پوری خاندان کے زیر اثر نواب صدیق حسن صاحب اور مولانا سیّد نذیر حسین محدث دہلوی کے متوسلین وتلامذہ نے، بعض نے فکری طور پر اور بعض نے عملی طور پر، اس تحریک جہاد وقیامِ نظامِ اسلامی کو زندہ رکھا۔ اس کے ثبوت میں حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ کی تالیفات اور حضرت میاں صاحب دہلوی رحمہ اللہ کے تلامذہ علمائے حدیث دہلی، دکن، بہار، پورب (مشرقی ہند) بنگال وپنجاب وغیرہم۔

پنجاب میں مسلک اہل حدیث کی اشاعت زیادہ تر خاندان غزنویہ، خاندان لکھویہ اور مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی کے ذریعے ہوئے اور یہ سب تحریک سے کسی نہ کسی طرح وابستہ تھے۔

اس داستان سرائی کی ضرورت آج اس لیے پڑی کہ معرزز معاصر ''نوائے وقت'' مجریہ یکم ستمبر ۱۹۵۷ء میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی مرحوم کا بلا ضرورت ایک ''اکتشافی'' خط شائع کیا گیا ہے جس میں موصوف کی طرف یہ الفاظ منسوب ہیں:

''ایک بات کہتے کہتے مجھے ڈر بھی لگتا ہے مگر حقیقت حال کو چھپایا بھی نہیں جاسکتا کہ اہل حدیث کے نام سے جو تحریک مدارس سے شروع ہوئی تھی اس کا مقصد بھی اس وہابی تحریک کو ختم کرنا تھا جس کو حضرت سیّد احمد شہید اور حضرت اسمٰعیل شہید نے شروع کیا تھا جس کا مقصد ہندوستان کو انگریزی اقتدار سے پاک کرنا تھا۔''

نہایت ادب سے عرض ہے کہ یہ افسانہ طرازی واقعات سے سراسر ناواقفیت یا کسی مخفی جذبے کی تسکین پر مبنی ہے۔ اس تاریخی حقیقت کی کوئی کیسے تکذیب کرسکتا ہے کہ پنجاب کی سرحد پر انگریز اور اس کے پروردوں سے لڑائیاں صرف اہل حدیث نے لڑی ہیں اور اسی جماعت نے انگریز کو ہمیشہ پریشان رکھا۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ مولانا ولایت علی، یہ مولانا عنایت علی، یہ مولانا عبداللہ، یہ مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہم کون تھے؟ گلاب سنگھ (بانی ریاست کشمیر) کو کس نے شکست دے کر انگریزوں کی پناہ لینے پر مجبور کیا تھا؟ یہ کون لوگ تھے

جن پر ۱۸۶۴ء میں مقدمے چلائے گئے۔کیا اس کا کام وہابی تحریک کو ختم کرنا تھا، پھر بہت سے حضرات کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض ہے کہ جس جماعت کو ہمارے ملک میں انگریز کی نوازش سے ''وہابی'' کا خطاب دیا گیا؟ وہ اہل حدیث ہی ہے۔ یہ جماعت نیچے سے اوپر تک مسلمانوں کی اصلاح چاہتی تھی، اس لیے اس کو اگر ایک طرف اسلامی نظام قائم کرنا تھا تو دوسری طرف ایسی تربیت بھی کرنا تھی جس کے بعد وہ اسے چلا بھی سکیں، اس لیے ان کو تبلیغ وتدریس اور بیعت وارشاد کے سب سلسلوں کو ایک ساتھ چلانا پڑا لیکن جماعت من حیث الجماعت ایک دن کے لیے بھی اصل مقصد ...... انگریز کو نکال کر خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام ...... سے غافل نہیں ہوئی اور یہ امتیاز صرف اسی کو حاصل ہے۔ وللہ الحمد

ہاں، اس سلسلے میں بعض لوگوں کو مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے طرزِ عمل سے غلط فہمی ہوئی ہے۔اس پر اور مذکورہ خط کے دوسرے حصے پر گفتگو ہم آئندہ اشاعت میں کریں گے۔ ان شاء اللہ

حضرت حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کی وفات پر اظہار تعزیت

شیخ الحدیث والتفسیر حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کی وفات پر ہمارے بہت سے قارئین کرام نے بذریعہ فون، خطوط اور خود تشریف لا کر اظہارِ تعزیت فرمایا۔ ان احباب کے اسمائے گرامی درج کیے جارہے ہیں:

۱۔ میاں محمد یوسف قصور، ۲۔ حافظ محمد ایوب خالد جھبراں، ۳۔ قاضی محمد رمضان صدیقی، منڈی بہاؤ الدین، ۴۔ عبدالرشید عراقی، سوہدرہ، ۵۔ حافظ ریاض احمد عاقب ملتان، ۶۔ محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد، ۹۔ حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی، کوٹ رادھا کشن، ۱۰۔ محمد احمد طاہر، لاہور، ۱۱۔ محمد محسن ضیاء، ۱۲۔ احسن ضیاء، ۱۳۔ حسین ضیاء، ۱۴۔ محمد صدیق صاحب لاہور، ۱۴۔ حافظ عبدالشکور مدنی، لاہور، ۱۵۔ قاری عبدالقیوم صاحب، عارف والا، ۱۶۔ امیر حمزہ حماد طور، گوجرانوالہ۔

(محمد سلیم چنیوٹی)

تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ۷

مسئلہ ایصالِ ثواب کا تحقیقی جائزہ

ایصالِ ثواب کی جائز اور ناجائز صورتیں

حافظ صلاح الدین یوسف، مدیر شعبۂ تحقیق وتالیف، دارالسلام، لاہور

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب جو پاکستان میں مفتیِ اعظم سمجھے جاتے تھے، ان سے بھی حیلۂ اسقاط کے بارے میں سوال کیا گیا، انھوں نے اس کا مفصل جواب دیا۔ اور استفتا اور جوابِ استفتا سے پہلے انھوں نے تمہید تحریر کی ہے اور اس کے بعد سوال، جواب ہے۔ آپ بھی سوال، جواب سے پہلے ان کی تمہید ملاحظہ فرمالیں۔ مفتی شفیع صاحب مرحوم نے بھی اس تمہید میں فقہائے احناف کا بیان کردہ حیلۂ اسقاط یا دَور اور مروجہ حیلۂ اسقاط اور دَور دونوں کا ذکر کیا ہے اور اول الذکر کو جائز اور دوسرے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ آپ پہلے ناجائز وسیلۂ اسقاط اور اس کے وہ مفاسد پڑھ لیں جو مفتی صاحب مرحوم نے بیان فرمائے ہیں۔ ہم اپنی گزارشات بعد میں پیش کریں گے۔ مفتی صاحب کا مکمل مضمون (تمہید، پھر استفتاء اور جواب) مع عنوان ''حیلۂ اسقاط کی شرعی حیثیت'' ملاحظہ فرمائیں:

مفتی محمد شفیع مرحوم کا مضمون

حیلۂ اسقاط کی شرعی حیثیت:

''میت کی فوت شدہ نماز، روزہ، حج، زکاۃ اور دوسرے واجبات و فرائض کی ادائیگی یا کفارہ کس طرح کیا جاسکتا ہے جس سے وہ گناہ سے سبکدوش ہوجائے، اس کا بیان کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے جس کا کچھ خلاصہ فائدہ عوام کے لیے اس رسالے کے آخر میں لکھ دیا جائے گا۔ (یہ حصہ پہلے نقل کیا جاچکا ہے)

لیکن آج کل بہت سے شہروں اور دیہات میں لوگوں نے ایک رسم نکالی ہے اسے دَور یا اسقاط کہتے ہیں۔ اور جاہلوں کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ اس رسم کے ذریعے تمام عمر کی نماز، روزوں اور زکاۃ و حج اور تمام فرائض و واجبات سے سبکدوشی ہوجاتی ہے۔ اور اس رسم کو ایسی سخت پابندی کے ساتھ کیا جاتا ہے جیسے تجہیز وتکفین کا کوئی اہم فرض ہو، جو کوئی نہیں کرتا اس کو طرح طرح کے طعنے دیتے ہیں۔

بلاشبہ فقہاء کے کلام میں دَور واِسقاط کی صورتیں مذکور ہیں لیکن وہ جن شرائط کے ساتھ مذکور ہیں عوام نہ اُن شرائط کو جانتے ہیں، نہ اُن کی کوئی رعایت کی جاتی ہے بلکہ فوت شدہ فرائض و واجبات سے متعلقہ تمام احکام شرعیہ کو نظر انداز کرکے اس رسم کو تمام فرائض و واجبات سے سبکدوشی کا ایک آسان نسخہ بنالیا گیا ہے جو چند پیسوں میں حاصل ہوجاتا ہے، پھر کسی کو کیا ضرورت رہی کہ عمر بھر نماز روزے کی محنت اٹھائے!

اس مسئلے کے متعلق کچھ عرصہ ہوا کہ ایک سوال مخدوم محترم حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کے پاس آیا تھا، آپ نے جواب لکھنے کے لیے میرے سپرد فرمایا۔ یہ جواب کسی قدر مفصل اور کافی ہوگیا، اس لیے اس رسم میں ابتلائے عام کے پیش نظر مناسب معلوم ہوا کہ اس کو بصورت رسالہ شائع کردیا جائے، اللہ کرے کہ یہ مسلمانوں کو جاہلانہ رسوم سے بچانے میں مفید ثابت ہو۔ واللہ الموفق والمعین۔

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے علاقے میں ایک حیلہ مروج ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ

جنازے کے بعد کچھ لوگ دائرہ بناتے ہیں، میت کے وارث ایک قرآن شریف اوراس کے ساتھ کچھ نقد باندھتے ہیں اور دائرے میں لاتے ہیں۔ امام مسجد، جو دائرے میں ہوتا ہے، وہ لیتا ہے اور یہ الفاظ اس پر پڑھتا ہے:

"كل حق من حقوق اللّٰه من الفرائض والواجبات والكفارات والمنذورات بعضها أديت و بعضها لم تؤد، الآن عاجز عن أدائها و أعطيتك هٰذه المنحة الشريفة على هذه النقودات في حيلة الإسقاط رجاء من الله تعالىٰ أن يغفرله ."

اور ایک دوسرے کی ملکیت کرتا ہے۔ تین دفعہ اس کو پھیرا جاتا ہے۔ بعدہ نصف امام کو اور نصف غرباء کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ زید ایک امام مسجد ہے۔ اس نے اس مروجہ حیلے کو چھوڑ دیا ہے اور کہتا ہے کہ اس مروجہ حیلے کا ثبوت ادلۂ شرعیہ سے کوئی نہیں، لہٰذا یہ بات بدعت ہے۔ زید کے ترک پر زید کو لوگ ملامت کرتے ہیں اور زید کو باوجود حنفی المذہب ہونے کے وہابی کہتے ہیں اور اس حیلے کے جواز پر آباء و اجداد کی دلیل لاتے ہیں۔ کیا زید حق پر ہے یا باطل پر؟ اس مروجہ حیلے کا کیا حکم ہے؟ زید اس رواج اور اس التزام و اصرار کو ختم کرنے کا شرعاً حق دار اور مصیب ہوگا یا نہیں؟ نیز بعض صورتوں میں مشترک ترکے میں سے روپیہ لایا جاتا ہے جس میں بعض وارث موجود نہیں ہوتے، نیز بعض دفعہ یتیم بچے رہ جاتے ہیں، کیا یہ مال حیلے میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور دائرے والے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بينوا بالدلائل الشريعة .

الجواب: حیلۂ اِسقاط یا دَور بعض فقہاء کرام نے ایسے شخص کے لیے تجویز فرمایا تھا جس کے کچھ نماز روزے وغیرہ اتفاقاً فوت ہوگئے، قضا کرنے کا موقع نہیں ملا اور موت کے وقت وصیت کی لیکن اس کے ترکے میں اتنا مال نہیں جس سے تمام فوت شدہ نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ ادا کیا جاسکے۔ یہ نہیں کہ اس کے ترکے میں مال موجود ہو اس کو تو وارث بانٹ کھائیں، اور تھوڑے سے پیسے لے کر یہ حیلہ حوالہ کر کے خدا و خلق کو فریب دیں۔ درمختار، شامی وغیرہ کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اور ساتھ ہی اس حیلے کی شرائط میں اس کی تصریحات واضح طور پر فرمائی ہیں کہ جو رقم کسی کو صدقے کے طور پر دی جائے اس کو رقم کا حقیقی طور پر مالک و مختار بنا دیا جائے کہ جو چاہے کرے، ایسا نہ ہو کہ ایک ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں دینے کا محض ایک کھیل کیا جائے، جیسا عموماً آج کل اس حیلے میں کیا جاتا ہے کہ نہ دینے والے کا یہ قصد ہوتا ہے کہ جس کو وہ دے رہے ہیں وہ صحیح معنی میں اس کا مالک و مختار ہے اور نہ لینے والے کو یہ تصور و خیال ہوسکتا ہے کہ جو رقم میرے ہاتھ میں دی گئی ہے میں اس کا مالک و مختار ہوں۔

دو تین آدمی بیٹھتے ہیں اور ایک رقم کو باہمی ہیرا پھیری کا ایک ٹوٹکا سا کر کے اُٹھ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے میت کا حق ادا کر دیا، اور وہ تمام ذمہ داریوں سے سبک دوش ہوگیا، حالانکہ اس لغو حرکت سے میت کو نہ تو کوئی ثواب پہنچا، نہ اُس کے فرائض کا کفارہ ادا ہوا، کرنے والے مفت میں گناہ گار ہوئے۔

رسائل ابن عابدین میں اس مسئلے پر ایک مستقل رسالہ "منة الجليل" کے نام سے شامل ہے، اس میں تحریر ہے:

"ويجب الاحتراز من أن يديرها أجنبي إلا بوكالة كما ذكرنا و أن يكون الوصي أو الوارث كما علمت ، و يجب الاحتراز من أن يلاحظ الوصي عند دفع الصرة للفقير الهزل أو الحيلة بل يجب أن يدفعها عازما على تمليكها من حقيقة لا تحيلا ملاحظا أن الفقير إذا أبى عن هبتها إلى الوصي كان له ذلك ولا يجبر على الهبة ." (منة الجليل في إسقاط ما على الذمة من كثير و قليل، رسائل ابن عابدين: ۱/ ۲۲۵)

الغرض اس حیلے کی ابتدائی بنیاد ممکن ہے کہ کچھ صحیح اور قواعد شرعیہ

کے مطابق ہو لیکن جس طرح کا رواج اور التزام آج کل چل گیا ہے، وہ بلاشبہ ناجائز اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے، چند مفاسد اجمالی طور پر لکھے جاتے ہیں:

۱: بہت مواقع میں اس کے لیے جو قرآن مجید اور نقد رکھا جاتا ہے وہ میت کے متروکہ مال میں سے ہوتا ہے اور اس کے حق دار وارث بعض موجود نہیں ہوتے یا نابالغ ہوتے ہیں تو ان کے مشترکہ سرمائے کو بغیر اُن کی اجازت کے اس کام میں استعمال کرنا حرام ہے، حدیث میں ہے:

((لا يحل مال امرء مسلم إلا بطيب نفس منه .))

اور نابالغ اگر اجازت بھی دے دے تو وہ شرعاً نامعتبر ہے اور ولی نابالغ کو ایسے تبرّعات میں اس کی طرف سے اجازت دینے کا اختیار نہیں بلکہ ایسے کام میں اس مال کا خرچ کرنا حرام ہے بنص قرآن شریف آیت کریمہ

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ الْيَتَـٰمَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا﴾ [النساء: ٤]

''جو لوگ یتیموں کے مال ظلماً خرچ کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔''

سے ثابت ہے کہ ایسے مال کا دینا اور لینا دونوں حرام ہیں۔

۲: اگر بالفرض مال مشترک نہ ہو یا سب وارث بالغ ہوں اور سب سے اجازت بھی لی جائے تو تجربہ شاہد ہے کہ ایسے حالات میں یہ معلوم کرنا آسان نہیں ہوتا کہ اُن سب نے بطیب خاطر اجازت دی ہے یا برادری اور کنبے کے طعنوں کے خوف سے اجازت دی ہے، اور اس قسم کی اجازت، حسب تصریح حدیث مذکورہ، کالعدم ہے۔

۳: اور اگر بالفرض یہ سب باتیں بھی نہ ہوں۔ سب بالغ ورثاء نے بالکل خوش دلی کے ساتھ اجازت دے دی ہو یا کسی ایک ہی شخص وارث یا غیر وارث نے اپنی ملک خاص سے اس کا انتظام کیا ہے تو مفاسد ذیل سے وہ بھی خالی نہیں، مثلاً: اس حیلے کی فقہی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ جس شخص کو اول یہ قرآن اور نقد دیا جاتا ہے اس کی مِلک کردیا جائے اور پوری وضاحت سے اس کو بتلا دیا جائے کہ اب تم مالک ومختار ہو جو چاہو کرو، پھر وہ اپنی خوشی سے بلاکسی رسمی دباؤ یا لحاظ ومروت کے میت کی طرف سے کسی دوسرے شخص کو اسی طرح دے دے اور مالک بنا دے، اور پھر وہ شخص اسی طرح کسی تیسرے چوتھے کو دے دے۔ لیکن مروجہ رسم میں اس کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا، اول تو جس کو دیا جاتا ہے، نہ دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ اُس کی ملک ہوگیا اور وہ اس میں مختار ہے، نہ لینے والے کو اس کا کوئی خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کی کھلی علامت یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس وقت یہ نقد لے کر چل دے اور دوسرے کو نہ دے تو دینے والے حضرات ہرگز اس کو برداشت نہ کریں، اور ظاہر ہے اس صورت میں تملیک صحیح نہیں ہوتی، اور بدون تملیک کے کوئی قضا یا کفارہ یا فدیہ معاف نہیں ہوتا، اسی لیے یہ حرکت بے کار ہو جاتی ہے۔

۴: مذکورہ صورت میں یہ بھی ضروری ہے کہ جس شخص کو مالک بنایا جائے وہ مصرف صدقہ ہو، صاحب نصاب نہ ہو مگر عام طور پر اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ عموماً ائمہ مساجد، جو صاحبِ نصاب ہوتے ہیں، انھی کے ذریعے سے یہ کام کیا جاتا ہے، اس لیے بھی یہ سارا کاروبار لغو وغلط ہو جاتا ہے، میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

۵: اور اگر بالفرض مصرف صدقہ کا بھی صحیح انتخاب کرلیا جائے اور ان کو پورا مسئلہ بھی معلوم ہو کہ وہ قبضہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو مالک ومختار سمجھے، پھر میت کی خیر خواہی کے پیش نظر وہ دوسرے کو اور اسی طرح دوسرا تیسرے چوتھے کو دیتا چلا جائے تو آخر میں وہ جس شخص کے پاس پہنچتا ہے وہ اس کا مالک ومختار ہے، اس سے واپس لے کر آدھا امام کو اور آدھا دوسرے فقراء کو تقسیم کرنا مِلکِ غیر میں بلا اس کی اجازت کے تصرف کرنا ہے جو ظلم اور حرام ہے،

حسب تصریح حدیث مذکور۔

٦: اور بالفرض یہ آخری شخص اس کی تقسیم اور حصے بخرے لگانے پر آمادہ بھی ہوجائے اور فرض کرو کہ اس میں دباؤ سے نہیں دل سے ہی راضی ہوجائے تو پھر بھی اس طرح کے حیلے کا ہر میت کے لیے التزام کرنا اور جیسے تجہیز وتکفین جیسے واجبات شرعیہ ہیں اسی طرح اسی درجے میں اس کو اعتقاداً ضروری سمجھنا یا عملاً ضروری کے درجے میں التزام کرنا یہی ''اِحداث فی الدین'' ہے جس کو اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں، اور جو اپنی معنوی حیثیت سے شریعت میں ترمیم واضافہ ہے، نعوذ باللہ۔

نیز اس حیلے کے التزام سے عوام الناس اور جہلاء کی یہ جرأت بھی بڑھ سکتی ہے کہ تمام عمر بھی نہ نماز پڑھیں، نہ روزہ رکھیں، نہ حج کریں، نہ زکاۃ دیں، مرنے کے بعد چند پیسوں کے خرچ سے یہ سارے مفاد حاصل ہوجائیں گے جو سارے دین کی بنیاد منہدم کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو دین کے صحیح راستے پر چلنے اور سنت رسول اللہ ﷺ کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

مذکورۃ الصدر اجمالی مفاسد کو دیکھ کر بھی یہ فیصلہ کرلینا کسی مسلمان کے لیے دشوار نہیں کہ یہ حیلے حوالے اور اس کی مروّجہ رسوم سب ناواقفیت پر مبنی ہیں، میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں اور کرنے والے بہت سے گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ، ٧/ربیع الاول، ١٣٧٠ھ۔''

(جواھر الفقہ: ٢/ ٣٨٧- ٣٩٢)

اس کے بعد مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے ''مسائل فدیۂ نماز و روزہ وغیرہ'' عنوان سے فقہاء کا بیان کردہ حیلۂ اِسقاط یا دَور بیان کیا ہے جو ان کے نزدیک جائز ہے، اور اسے ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔

مذکورہ حیلۂ اِسقاط یا دَور کا ایک مختصر جائزہ:

مذکورہ حیلۂ اِسقاط کی دو صورتیں آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ ایک صورت کو تو خود علمائے احناف نے بھی ناجائز اور قوم کو بے عمل بنانے والا تسلیم کیا ہے، اس لیے اس پر تو گفتگو کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

لیکن جو دوسری صورت فقہ حنفی کی صراحتوں کی روشنی میں بیان کی گئی ہے، اس کی بھی کوئی شرعی دلیل بیان نہیں کی گئی ہے، اور عملاً وہ بھی پہلی صورت کی طرح قوم کو بے عمل ہی بنانے والی اور قرآنی نصوص کے خلاف ہے۔

اس میں پہلی چیز یہ بیان کی گئی ہے کہ بے عمل مسلمان کے لیے ضروری (واجب) ہے کہ وہ وصیت کرکے جائے تاکہ اس کی نمازوں، روزوں، زکاتوں اور کفارہ وقربانی وغیرہ کا فدیہ ادا کیا جاسکے۔

لیکن اس کی دلیل کیا ہے؟ شریعت اسلامیہ کی کس اصل سے اس وصیت کا وجوب ثابت ہوتا ہے؟ اگر اس طرح وصیت کرنے اور فدیہ ادا کرنے سے عمر بھر کے مذکورہ فرائض کی کوتاہیوں کا ازالہ ہوسکتا ہے، پھر تو کم از کم کروڑپتیوں اور ارب پتیوں کو نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے وغیرہ کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کا چھوڑا ہوا مال ان کی نجات ومغفرت کے لیے کافی ہے۔

دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ وصیت صرف ثُلث مال تک ہوسکتی ہے، اس سے زیادہ کی نہیں۔

اوّل: ثلث مال کی پابندی کیوں؟ اگر فرائض اسلامیہ میت کے ذمے قرض ہیں تو قرض کی ادائیگی بہرصورت لازمی ہے، چاہے اس میں اس کا سارا مال ہی صرف ہوجائے۔ جب بندوں کا قرض مکمل طور پر ادا کرنا لازمی ہے تو فرائض اسلامیہ اللہ کا قرض ہیں، ان کے لیے ثلث مال کی پابندی کا کیا جواز ہے؟ ان کو ادا کرنا تو بندوں کے قرضوں سے بھی زیادہ ضروری ہے، اگر واقعی ان کی ادائیگی ضروری ہے؟

ثانیاً: اگر یہ فرائض میت کے ذمے قرض ہیں تو مرنے والا وصیت کرے یا نہ کرے، دونوں صورتوں میں اس کی ادائیگی ضروری ہونی چاہیے، پھر ورثاء کو اختیار دینے کی ضرورت کیا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو میت کی طرف سے فدیہ ادا کردیں، نہ چاہیں تو نہ کریں۔

ثالثاً: مرنے والا وصیت تو کرکے گیا لیکن میت کے ذمے ٣٠،

۴۰، ۵۰ سال کی نمازیں، روزے، زکاتیں وغیرہ ہیں اور ثلث مال سے تو ایک سال کے فرائض کا فدیہ بھی ادا نہیں ہوتا۔ یا وارثوں کے پاس مال ہی نہیں ہے کہ وہ بطور تبرع فدیہ ادا کرسکیں تو ان دونوں صورتوں میں دَور کا جو حیلہ بتلایا گیا ہے وہ مضحکہ خیز ہونے کے علاوہ ناقابل عمل بھی ہے۔ خود مفتی کفایت اللہ صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ اس طرح کوئی عمل نہیں کرتا۔

جب ایسا ہے اور واقعی ایسا ہی ہے تو پھر ان حیلوں کو بیان کرکے بے عملی کی ترغیب دینا کون سا حکیمانہ یا فقیہانہ طرز عمل ہے؟ جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ بہت سے علاقوں میں مروّجہ حیلۂ اِسقاط قوم کو بے عمل بنانے والا عمل ہے تو یہ بھی کیوں تسلیم نہیں کرلیتے کہ فقہائے حنفیہ کا بیان کردہ حیلۂ اِسقاط یا دَور بھی قوم کو فرائض اسلامیہ سے غافل کرنے والا عمل ہے۔ علاوہ ازیں اس کا فائدہ کوئی نہیں کیونکہ یہ ناقابل عمل ہے لیکن اس سے عوام کو بے عملی کی ترغیب اور شہہ ضرور ملتی ہے۔

بہرحال قرآن خوانی کی رسم کی طرح مذکورہ حیلۂ اِسقاط یا دَور کی دونوں صورتیں بھی ناجائز، میت کے لیے بے فائدہ اور زندوں کو بے عملی اور فرائض اسلام سے بے اعتنائی کا سبق دینے والی ہیں۔ أعاذنا الله منها.

رسم سوئم، چالیسواں اور ختم وغیرہ کی حیثیت؟

ایصالِ ثواب کے نام سے ایک اور رسم بڑی عام ہے جو احناف کے دوسرے گروہ (بریلوی حضرات) میں رائج ہے اور اس کو ان کے ہاں فرض و واجب کی طرح لازمی سمجھا جاتا ہے اور وہ ہے ''فاتحہ علی الطعام'' جس کو عوامی زبان میں رسم سوئم، قل اور تیجہ، ساتواں، اور چہلم وغیرہ کہا جاتا ہے۔

اس رسم میں دوسرے یا تیسرے دن، جسے رسم سوئم یا رسمِ قل یا تیجہ بھی کہا جاتا ہے، دوست احباب اور رشتے دار جمع ہوتے ہیں اور گٹھلیوں یا دانوں پر کوئی مخصوص آیت یا وظیفہ ایک مخصوص تعداد میں سب مل کر پڑھتے ہیں، پھر کھا پی کر رخصت ہوجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس اب میت کی مغفرت ہوجائے گی۔

اس کے بعد ساتواں، دسواں اور چالیسواں (چہلم) ہوتا ہے، اس میں بھی احباب اور اہل خاندان اور برادری کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ سب کے لیے کھانے کا انتظام ہوتا ہے، البتہ اس کھانے پر علاقے کے مولوی صاحب کچھ پڑھتے ہیں جس کو ''فاتحہ علی الطعام'' کا نام دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہم اس پر قرآن کریم ہی کی سورتیں اور آیتیں پڑھتے ہیں، اس کو ''ختم شریف'' بھی کہا جاتا ہے۔

رسم سوئم (رسم قل) کی طرح یہ بھی لازمی سمجھی جاتی ہے، حتی کہ میت کے وارث غریب ہوں تب بھی اس رسم کو ضرور ادا کیا جاتا ہے، چاہے قرض لے کر ہی یہ سب کچھ کرنا پڑے۔ یہ ساری رسومات حسب ذیل دلائل کی رُو سے ناجائز ہیں:

۱: اس کو اِیصالِ ثواب یا صدقہ وخیرات باور کرایا جاتا ہے، حالانکہ ثواب پہنچانا اللہ کا کام ہے اور وہ اسی کام پر اجروثواب دیتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کا بتلایا ہوا ہو یا آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہو۔ اور جو کام ایجادِ بندہ اور خودساختہ ہو تو اس پر تو سرے سے اجروثواب ہی نہیں ملتا، وہ بدعت ہے جو مردود ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

((من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد.)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٢٦٩٧)

''جس نے ہمارے اس دین میں نیا کام ایجاد کیا جو اس میں نہیں ہے، وہ مردود ہے۔''

تو جو کام بدعت یعنی مردود ہو، وہ اللہ کے ہاں مقبول ہی نہیں، اس پر اجروثواب ہی نہیں تو آگے وہ کسی کو کس طرح پہنچ سکتا ہے؟ اِیصالِ ثواب تو صرف اسی عمل کے ذریعے ممکن ہے جو نیک عمل ہو اور اللہ کے ہاں مقبول و ماجور ہو۔

۲: علاوہ ازیں اس کو صدقہ بھی قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ اولاً: صدقہ تو غرباء و مساکین ہی پر کیا جاتا ہے جب کہ ان رسومات کے کھانوں میں تو صرف احباب اور رشتے دار ہی شریک ہوتے ہیں

جن میں اکثر صاحبِ حیثیت لوگ ہوتے ہیں۔

ثانیاً: صدقے کے لیے تو دن اور وقت کی کوئی تعیین ہی نہیں ہوتی، وہ تو ہر وقت کیا جاسکتا ہے، صدقے کے لیے دن کی تعیین کی کیا دلیل ہے؟ اس اعتبار سے اسے صدقہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ یہ تو کام و دہن کی لذت اور ضیافت ہی کی ایک صورت ہے۔

ثالثاً: صدقہ ایک مباح عمل ہے، فرض و لازم نہیں لیکن ان رسومات کو تو فرض و لازم سمجھ کر کیا جاتا ہے اور یہ بھی مسلمہ اصول ہے کہ مباح عمل کو فرض وواجب سمجھ لیا جائے تو وہ شریعت سازی میں آجاتا ہے جو بہت بڑا جرم ہے کیونکہ امور دینیہ کے استحباب وجواز اور فرض و وجوب کے شرعی دلائل ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر اس عمل خیر کا درجہ متعین ہوتا ہے۔ کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ مباح عمل کو فرض وواجب کا درجہ دے دے۔

۳: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اہل میت کے ہاں اس قسم کے اجتماع اور کھانے پینے کے اہتمام کو نوحہ و ماتم کی صورت میں شمار کرتے تھے، چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((كنا نرى الاجتماع إلى أهل الميت وصنعة الطعام من النياحة .))

(سنن ابن ماجه، رقم الحديث: ۱۶۱۲)

''ہم اہل میت کے ہاں اجتماع اور کھانے کا اہتمام کرنے کو نوحہ میں سے گردانتے تھے۔''

اور نوحہ (میت پر رونا، پیٹنا اور واویلا کرنا) زمانۂ جاہلیت کے ان کاموں میں سے ہے جن سے اسلام نے اہل اسلام کو نہایت سختی کے ساتھ روکا ہے۔

۴: اس کھانے پر پڑھ کر پھونکنے کو ضروری سمجھنا، جس کو ختم کہا جاتا ہے، یہ بھی بدعت ہے جو کارِ خیر نہیں، اس لیے کہ نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ کسی بھی صحیح حدیث میں خیر القرون کا یہ عمل بیان نہیں ہوا۔

۵: یہ ساری رسومات ہندوؤں کے ساتھ معاشرت کے نتیجے میں دین سے بے خبر مسلمانوں میں آئی ہیں۔ ان کے ہاں یہ ساری رسومات دوسرے ناموں سے ہوتی ہیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی ان بعد از مرگ رسومات کو اپنالیا اور ان کو فرض وواجب سمجھ لیا۔ گویا ان رسومات کے ارتکاب پر ((من تشبه بقوم فهو منهم)) ''جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، اس کا شمار انھیں میں ہوگا۔'' (سنن أبي داود، رقم الحديث: ۴۰۳۱) کی سخت وعید بھی ہے۔

مذکورہ دلائل خمسہ سے واضح ہے کہ ایصالِ ثواب کے نام پر مذکورہ رسومات کا بھی اسی طرح کوئی جواز نہیں ہے جیسے قرآن خوانی، اجتماعی دعائے مغفرت، حیلۂ اِسقاط یا دَور کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ ساری رسومات ایجادِ بندہ اور ''اِحدَاث فی الدین'' (بدعات) ہیں۔ ان کے کرنے سے کرنے والوں کو ہی اجر وثواب نہیں ملے گا تو آگے یہ اجروثواب کسی اور کو کس طرح منتقل (ایصالِ ثواب) کیا جاسکتا ہے؟

"اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه، والباطل باطلا وارزقنا اجتنابه ."

''اے اللہ! حق کا حق ہونا ہم پر واضح کردے اور اسے اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما اور باطل کا باطل ہونا ہم پر واضح کردے اور اس سے بچنے کی ہمیں توفیق دے۔''

آمین، اللّٰهم آمین



سیرت وسوانح

قسط نمبر ۳

مولانا سلطان محمود محدث افغانی رحمہ اللہ

علم وعرفان اور حق وصداقت کا استعارہ

حافظ ریاض احمد عاقب اثری، ملتان

خدمات جلیلہ

ا۔ دعوتی وتبلیغی خدمات:

آغازِ دعوت اور دورِ ابتلاء: بے باک مبلغ، داعی حق، صاحب علم وفضل مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ نے سرزمین ملتان میں اس عہد میں قدم رکھا جب افرنگی ملتان پر قابض تھے۔ سیاسی ابتری کا دور دورہ تھا۔ مذہبی حالت دگرگوں تھی۔ ہر طرف درباری وخانقاہی نظام قائم تھا۔ مسلمان سیتلا کی پوجا کرتے تھے۔ گور پرستی اسلامی شعار سمجھی جاتی تھی۔ پیری مریدی عروج پر تھی۔ سجادہ نشین وگدی نشین اپنی اپنی دکان داری چمکائے بیٹھے تھے اور انگریز کے معاون ومؤید بن کر اعلیٰ عہدے اور انعام واکرام وصول کررہے تھے۔ عوام شرک وبدعات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی تھی۔ خانقاہوں میں مجاہدات وریاضات کے حلقے قائم تھے۔ اربابِ زہد اور عباد وقت تسبیح پہ تسبیح پھیر رہے تھے۔ اصحابِ کلاہ ودستار اور اہل علم وفضل مدارس وجامعات میں کتب فقہ کے ابوابِ قضا وولایت کے نکات اور کتاب الحیل کے دروس جاری کیے تھے۔ مدعیانِ فضل وکمال اپنا اپنا جوہر علم وتبحر دکھانے میں مشغول تھے۔ مجالس ومحافل وعظ میں اللہ ہو اللہ ہو کے نعرے بلند ہورہے تھے۔ درباری ملاں اور علمائے سوء چاپلوسی میں مصروف تھے۔ ظلمت بطلان وفتن ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔

نورِ حق وصداقت مستور ومحجوب، بدعات وخرافات کی گرم بازاری، منکرات وسیئات کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ حق بات کو سننے کے لیے کوئی تیار نہ تھا۔

غرض کہ ملتان میں بظاہر بڑے بڑے دینی معاہد ومدارس تھے اور بڑے بڑے اصحابِ طنطنہ وارباب فخفخہ موجود تھے مگر کسی کو اتنی توفیق نہیں ملی کہ کلمۂ حق اور عقیدۂ توحید کا پرچار کرتے یہ رتبہ ملا تو اس داعی حق کو ملا جو تن تنہا ڈیرہ اسماعیل خان سے پیدل چل کر ملتان تشریف لایا۔

یہ کتاب وسنت کا پاسبان ایک مشن لے کر ملتان وارد ہوا کسی لالچ وطمع کی خاطر نہیں آیا۔ اس کی زندہ مثال یہ ہے کہ علومِ نبوت کا یہ وارث سب سے پہلے اپنی دعوت حقہ کا آغاز کرتا ہے۔ دعوتِ توحید کے لیے محلّہ کی ایک ویران مسجد کا رخ رکتا ہے۔ بلند آواز سے اذان کے کلمات پڑھتا ہے۔ ربّ کی کبریائی کی آواز سن کر چند لوگ وہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔ داعی توحید نماز باجماعت کرواتے ہیں۔ بعد ازیں انھیں توحید باری تعالیٰ کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتے ہیں۔ شرک وبدعات اور قبر پرستی کی تردید کرتے ہیں۔ قرآن وسنت کے دلائل ظاہرہ اور براہین قاطعہ کے نصوص پڑھ پڑھ انھیں سناتے ہیں۔

لوگ اتنے بے حس تھے کہ ان میں حق وصداقت پر مبنی وعظ سننے کی طاقت نہ رہی۔ غصے میں ان کی آنکھوں سے خون اتر آیا۔ ان کے کانوں میں کلمہ حق گزرا تو سہی لیکن وہ ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى﴾ پر عمل پیرا رہے۔ مولانا موصوف کو برا بھلا کہتے ہوئے مسجد سے چلے گئے۔ ہمارے ممدوح رحمہ اللہ دل برداشتہ نہ ہوئے۔ سنت انبیاء کے احیاء اور فریضہ ابلاغِ توحید کے لیے وعظ وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ مولانا نے روپوشی وخاموشی اور کنارہ کشی اختیار نہیں کی بلکہ کلمۂ حق وصداقت پر گامزن رہے۔

صداقت کے بیان سے مومن رک نہیں سکتا
اتر سکتا ہے سر خود دار کا مگر جھک نہیں سکتا

مولانا عزم مصمم کے مالک تھے۔ نڈر و بے باک اتنے کہ اب دہلی گیٹ اور دولت گیٹ کے درمیان ایک اور مسجد کا رخ کرتے ہیں۔ اس مسجد میں درسِ توحید وسنت کا آغاز کرتے ہیں۔ وہاں چند دن دروس کا سلسلہ چلا، لوگ مخالفت پر اتر آئے۔ مارنے تک نوبت پہنچ گئی۔ یہ مسجد آج بھی ''درس والی مسجد'' کے نام سے معروف ہے۔ اس جگہ داعی حق کی دعوت سے ایک محمد حسن خیاط نامی شخص بہت متاثر ہوا۔ اس نے عوت توحید قبول کر کے عامل بالحدیث ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہی محمد حسن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید کے ابلاغ میں ان کا دست وبازو بنا۔

مولانا ممدوح نے اپنی حیات طیبہ کو دعوت وارشاد، اصلاح وتبلیغ، احیائے دین اور تردید شرک وبدعات کے لیے وقف کر دیا تھا اس لیے انھوں نے اپنی دعوت کا دائرہ کار صرف مسجد تک محدود نہ رکھا بلکہ اربابِ شرک وبدعات واصحابِ زیغ کے مجمعوں اور میلوں میں حق وصداقت کا پرچار شروع کر دیا۔

اس راہِ حق ووفا میں انھیں ان تمام مصائب وشدائد سے دوچار ہونا پڑا، جو اصحابِ دعوت وعزیمت کے راستے میں حائل ہوتی ہیں۔ موصوف پر وہابیت کی پھبتیاں کسی گئیں، گالیاں دی گئیں اور پتھر برسائے گئے مگر صبر واستقامت کا یہ کوہِ گراں میدانِ دعوت میں ڈٹا رہا اور بڑے سے بڑے آلام ومصائب بھی ان کے پائے استقلال میں جنبش نہ ڈال سکے۔

ازل سے رچ گئی سر فروشی اپنی فطرت میں
ہمیں کٹنا تو آتا ہے، جھکنا نہیں آتا

اہل بدعت وارباب باطل نے اس مبلغ توحید اور داعی حق وصداقت کے خلاف نہ صرف سازشیں کیں بلکہ آپ پر بغاوت کے مقدمے قائم کیے۔ اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کر تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مولانا محمود رحمہ اللہ الودود اپنے عقیدۂ توحید میں راسخ اور سچے تھے۔ اس لیے وہ اپنے مشن پر ڈٹے رہے، حق وصداقت کا ڈنکا بجاتے رہے، وعظ وارشاد کا سلسلہ جاری وساری رکھا اور ڈرے نہیں، سہمے نہیں، پیچھے نہیں ہٹے بلکہ صدائے حق گھر گھر، نگر نگر، گلی گلی، محلّہ محلّہ، کوچہ کوچہ اور قریہ قریہ برابر پہنچاتے رہے۔ انھیں یقین کامل تھا کہ میں جس مشن پر گامزن ہوں یہ وہی مشن ہے جس پر ربّ ارض وسماء کے انبیاء ورسل چلتے رہے۔ داعی اعظم محمد رسول اللہ ﷺ تیرہ سال مکہ مکرمہ کی وادیوں، گلی کوچوں اور محلوں میں ندائے حق دیتے رہے۔

مبلغ اوّل حبیب کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ نے تبلیغ اسلام کی خاطر مشرکین مکہ کے کلماتِ طعن وتشنیع سنے، مصائب وآلام برداشت کیے، راہِ حق میں صعوبتیں اٹھائیں، سرزمین طائف میں پتھر کھائے، لہولہان ہوئے اور اپنے چاند سے چہرے کو زخمی کراتے ہوئے ﴿بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ کا فریضہ ادا کیا۔ مولانا ممدوح کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ راہ ہے تو پرخطر لیکن اس راہ پر چل کر اِحقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ ادا کرنا اس سے اہم تر ہے۔ اس لیے وہ باطل کے سامنے مضبوط دیوار بن کر توحید باری تعالیٰ کا پرچار کرتے رہے۔

مولانا عبید اللہ ملتانی، مولانا ممدوح کے آغازِ دعوت کے بارے رقم طراز ہیں:

''کتاب وسنت کا ایک داعی بدعات ومنکرات سے کیا کنارہ کش ہوا کہ کوئی الزام نہیں جو اس پر عائد نہ کیا جا رہا ہو، فتن ومظالم کی کتنی پرسوز سرگزشت تھی جس کا آغاز اس کے ایک ہی وعظ سے ہوا تھا، ایک تنہا جان ہے جو سب کچھ جھیل رہی ہے، سازشیں ہو رہی ہیں۔

مساجد کے دروازے بند کیے جا رہے ہیں، بغاوت کا الزام لگایا جا رہا ہے، مقدمے قائم کیے جا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ وسنت رسول ﷺ کا یہ محبّ نہ معلوم کس کس ابتلا سے

گزرا ہوگا اور کس کس آزمائش میں پورا اترا ہوگا۔ ایذاؤں کا یہ دور ایک عرصہ تک جاری رہا اور ایک ہی رفیق اور مونس محمد رمضان قالین باف پاس ہوتا تھا۔'' (فاروق العزیز، ص:۲۹)

غرض مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ نے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے سازشوں اور مقدمات کی کوئی پروا نہ کی۔ خندہ پیشانی سے تمام آزمائشیں برداشت کیں۔ تحمل مزاجی، بردباری اور صبر وشکر ایسی صفات عالیہ کا دامن نہ چھوڑا۔ موصوف نے اپنی دینی وتبلیغی اور دعوتی مساعی حسنہ جاری رکھیں۔ لوگوں نے آپ کو ''درس والی مسجد'' سے مخالفت کر کے نکالا لیکن اللہ مالک الملک نے اپنے بندے پر رحمتوں ونوازشوں کی برکھا ایسی برسائی کہ ایک عظیم جگہ عطا فرمائی جو بعد میں ایک بڑی علمی ودینی درسگاہ بنی۔ جہاں سے انوارِ توحید اور علومِ اسلامیہ کے سوتے پھوٹنے لگے۔ بڑے بڑے افاضل یہاں سے تحصیل علم کر کے نورِ ہدایت اور علومِ نبوت کو عام کرنے کا باعث بنے۔

دعوتِ مخلصہ کے اثرات ونتائج:

''درس والی مسجد'' سے جب لوگوں نے مولانا ممدوح کو نکالا تو آپ محلّہ قالین بافان اندرون حسین آگاہی آگئے۔ یہاں ایک قدیم مسجد تھی۔ مسجد کا متولی مولانا موصوف کی دعوت حقہ سے متاثر ہو چکا تھا، لہٰذا متولی نے مولانا موصوف کے لیے یہاں رہائش کا اہتمام کیا۔

یہاں میں اس حقیقت کو طشت از بام کرنا چاہوں گا کہ اہل حق ہر دور میں ملتان میں رہے۔ مؤرخین ملتان نے اس کی طرف اپنی کتب میں اشارہ بھی کیا ہے۔ مثلاً منشی حکم چند نے لکھا ہے:

''اہل اسلام میں مذاہب ذیل ہیں: اہل سنت وجماعت، شیعہ، وہابی۔ اہل سنت بکثرت، شیعہ کمتر، بیشتر شیعہ وہی لوگ ہیں جو سیّد ہیں دیگر قوم میں شیعہ کمتر مثلاً سیّد گردیزی ودیگر سیّد سبزواری، عملداری سرکار میں شیعہ مذہب کو ترقی ہے۔ اہل سنت وجماعت میں فرقہ مختلف ہیں: امام اعظم، امام احمد، امام شافعی، مالک۔ صوفیاء زیادہ تر امام اعظم کے مذہب کے لوگ ہیں۔ وہابی جو موحد کہلاتے ہیں، ان کے قواعد مجوزہ ظاہر ہیں یہ لوگ ضلع میں بہت کم ہیں۔''

(تواریخ ملتان، ص:۳۰۸)

اکثر مؤرخین تعصب کا شکار ہوئے ہیں انھوں نے اپنے مسالک کے طور طریقے، مدارس اور علماء کی تفصیل نقل کی ہے۔ لیکن مسلک اہل حدیث اور ان کے مدارس ومساجد اور علماء کا تذکرہ کیا ہی نہیں۔ سوائے عمر کمال خان کے، عمر کمال خان نے ''فقہائے ملتان'' نامی کتاب میں اہل حدیث کے معروف علماء کرام کا تذکرہ کیا ہے۔

قصہ کوتاہ مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ نے حسین آگاہی آتے ہی سب سے پہلے سلفی ذہن کے منتشر لوگوں کو اکٹھا کیا اور انھیں اتحاد واتفاق کی دعوت دی۔

مولانا موصوف کی دعوت پر جماعت حقہ کے بکھرے ہوئے لوگ اکٹھے ہوگئے۔ مولانا ملتانی رحمہ اللہ نے وہاں باقاعدہ پانچ وقت کی نماز باجماعت اور جمعۃ المبارک کا اہتمام شروع کر دیا۔

رفتہ رفتہ دعوتِ حق کا دائرہ کار وسیع ہوتا گیا۔ مولانا کی دعوت سے بہت سے اہم خاندانوں کے افراد مسلک اہل حدیث قبول کرتے ہیں۔ ان میں علی مردان اویسی دربار کے گدی نشین قاری قمر الدین اویسی بھی ہیں۔ جن کے آباء واجداد تصوف وسلوک کے سلسلہ سے منسلک تھے۔ مولانا قمر الدین ملتانی نے، مولانا سلطان محمود ملتانی کی دعوت سے متاثر ہو کر اپنا روایتی مسلک چھوڑ دیا اور ۱۸۶۸ء کو عامل بالحدیث ہونے کا اعلان کر دیا۔ عامل بالحدیث ہونے سے ان پر مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ خاندان والوں نے ان سے بائیکاٹ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جادۂ حق پر صبر واستقامت کی توفیق بخشی۔ مولانا قمر الدین کی تعلیم وتربیت سے ان کی اولاد بھی راہِ عزیمت پر گامزن رہی۔ مولانا موصوف کے جانشینوں میں مولانا عبدالتواب ملتانی رحمہ اللہ نے بڑی شہرت حاصل کی۔ راقم نے ان کے مفصل حالات ''مولانا عبدالتواب محدث ملتانی حالات وخدمات''

نامی کتاب میں قلم بند کیے ہیں۔ شائقین مذکور کتاب کی طرف مراجعت فرما سکتے ہیں۔ مولانا قمرالدین کے علاوہ حاجی محمد حسین خیاط بھی مولانا محمود کے وعظ توحید سے متأثر ہو کر عقیدۂ توحید وسنت سے وابستہ ہوئے۔

اسی طرح مولانا محمود رحمہ اللہ المعبود کی مساعی حسنہ سے ملتان کے معروف قریشی خاندان کی ایک صاحب ثروت، باحیا اور باشعور خاتون مشرکانہ عقائد سے تائب ہو کر کاروانِ توحید وسنت میں شامل ہوئی۔

اس عفیفہ اور باکردار عورت کا خاوند ایک معروف دربار کا مجاور تھا اور پیر کہلاتا تھا۔ جب یہ خاتون قافلہ اہل حدیث میں شامل ہوئی تو اس کا خاوند بہت سیخ پا ہوا۔ اس نے غصہ میں آ کر اسے طلاق دے دی۔ اس عورت کے بطن سے ایک لڑکی تھی جو اس نے اپنے خاوند سے حق مہر کے عوض حاصل کر لی۔ ایک دن یہ موحدہ مولانا محمود کے پاس حاضر ہو کر ان سے یہ التجا کرتی ہے:

''مولانا صاحب! میں نے آپ سے قرآن وسنت سن کر عقیدۂ توحید اپنایا جس کی پاداش میں میرے خاوند نے مجھے طلاق دے ڈالی۔ اس سے میری ایک لختِ جگر بھی ہے۔ میں نے اس سے حق مہر کے عوض یہ بچی لے لی ہے۔ میں نے اس بچی کو اپنے پاس اس لیے رکھا ہے تاکہ اس کا عقد کسی موحد اور مرد صالح سے کروں۔ میری یہ تمنا وآرزو ہے کہ آپ اسے اپنی زوجیت میں رکھ لیں۔ آپ کے سوا مجھے اور کوئی موزوں ومناسب کفو نہیں ملا۔ میں اُمید کرتی ہوں کہ آپ مجھے ناامید اور مایوس نہیں کریں گے۔''

مولانا محمود رحمہ اللہ نے اس خاتون باصفا کی درخواست کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور اس کی لڑکی سے نکاح کر لیا۔ اس قریشی خاندان کی خاتون سے مولانا موصوف کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی اور دو بیٹے: عبدالعزیز اور عبدالحق عطا فرمائے۔ یہ وہی عبدالحق ہیں جن کو مولانا عبدالحق محدث ملتانی کے نام سے اہل علم وفضل حضرات جانتے ہیں۔

ان کے احوال اپنی جگہ پر آئندہ ان شاء اللہ تحریر کیے جائیں گے۔ مولانا محمود رحمہ اللہ کی تبلیغی مساعی کی بدولت پاک گیٹ کے خواجہ برادری سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ اسی طرح محلّہ قالین بافان کے ہندوؤں کی ایک بہت بڑی تعداد مولانا موصوف کی تبلیغ سے متأثر ہو کر حلقۂ بگوش اسلام ہوئے۔

مولانا ممدوح کے معمولات میں شامل تھا کہ ہر نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ عصر تک درسِ قرآن ارشاد فرماتے۔ ملتان اور مضافاتِ ملتان سے لوگ جوق در جوق ذوق وشوق سے مولانا کے درس میں حاضر ہوتے۔ مولانا محمود رحمہ اللہ قرآنِ مقدس کا جتنا حصہ بیان فرماتے اسے تحریر کر کے محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح تفسیر قرآنِ مجید کا معتد بہ حصہ مولانا کے تفسیری نکات پر مشتمل محفوظ ہو گیا۔ اس درسِ قرآن کا لوگوں پر بہت اثر ہوتا تھا جو ایک مرتبہ درس سن لیتا وہ بار بار آتا۔ سامعین مولانا ممدوح کی تقریر سن کر دعائیں دیا کرتے تھے۔ ایک وہ وقت تھا کہ مولانا محمود افغانی کی بات سننا لوگ گوارہ نہ کرتے تھے لیکن اب یہ حالت تھی کہ سارے لوگ مولانا کی بات سن کر جھوم اٹھتے تھے۔ آپ کا ادب واحترام کرنے لگ گئے۔ جس گلی یا محلّہ سے مولانا موصوف کا گزر ہوتا غیر مسلم بھی تعظیماً کھڑے ہو جاتے تھے۔ اربابِ حکومت بھی آپ کے پاس چل کر آیا کرتے تھے۔ آپ کے حلقۂ وعظ وارشاد کا دائرہ اتنا وسیع ہو گیا کہ وسطی پنجاب کے اکثر اضلاع اور ان کی ملحق آبادیاں مولانا کی دعوت وتبلیغ سے گونج اٹھیں۔ موصوف تقریباً نصف صدی گلستانِ قرآن وسنت کی آبیاری کرتے رہے۔ مولانا موصوف نے جب دعوت دی تو عمل بالکتاب والسنۃ کی دعوت دی اور ہزاروں لوگوں کو عامل بالکتاب والحدیث بنا گئے۔ مولانا افغانی جب ملتان میں وارد ہوئے تھے تو تن تنہا تھے، اجنبی تھے آج اسی ملتان میں دو سو سے زائد اہل حدیث کی مساجد ہیں، پانچ چھ بڑے بڑے اہل حدیث کے مدارس وجامعات ہیں اور ہزاروں سے متجاوز اہل حدیث مسلک رکھنے والے لوگ ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور مولانا موصوف کی مساعی

جمیلہ کا نتیجہ ہے۔

تعلیمی وتدریسی خدمات:

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ کا میدانِ عمل نہ صرف تبلیغی واصلاحی تھا بلکہ آپ نے تدریسی میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔محلّہ قالین بافان کی مسجد میں مولانا موصوف نے درس وتدریس کا بھی سلسلہ قائم کر رکھا تھا۔ دور دراز سے تشنگانِ علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے کشاں کشاں آپ کے پاس حاضر ہوتے رہے اور اپنا دامن علم وہدایت سے لبریز کرکے اپنے اپنے علاقوں میں انھوں نے شمع علم کو روشن رکھا۔

مولانا محمود رحمہ اللہ کے معمولات زندگی میں یہ بات بھی شامل تھی کہ آپ روزانہ بلا ناغہ قرآن وحدیث کا درس ارشاد فرماتے، لوگوں کے فتوؤں کے جواب تحریر کرتے، طالبانِ علوم نبوت کے خور ونوش کا خود بندوبست فرماتے، اگر ضرورت مند گھر آتے تو ان کی حاجت پوری کرتے اور فارغ وقت میں مطالعۂ کتب میں مگن رہتے۔

مولانا محمود رحمہ اللہ کا حلقۂ تدریس اتنا وسیع تھا کہ جنوبی پنجاب کے اکثر اضلاع میں آپ کا فیضانِ علم پھیلا۔اگرچہ بالتفصیل یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ آپ نے کون سی کتب درسیہ پڑھائیں اور کن افاضل نے موصوف نے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تاہم تلاش بسیار اور کامل تتبع وتحقیق کے بعد آپ کے جن تلامذہ کا سراغ مل سکا، ان میں آپ کے فرزندانِ گرامی مولانا عبدالعزیز ملتانی اور مولانا عبدالحق محدث ملتانی کے علاوہ مولانا ابوسعید شرف الدین محدث ملتانی، مولانا عبدالعزیز ڈیروی، مولانا فیض اللہ ملتانی، مولانا اللہ بخش ملتانی (والد محترم مولانا عبید اللہ ملتانی صاحب فاروق العزیز) اور مولانا عبداللہ بن نہال خان قابل ذکر ہیں۔ ان تلامذہ میں بعض کا تذکرہ اختصار کے ساتھ ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔ (جاری ہے)



نکتۂ نظر

طاغوتی قوتوں کا ہدف

عطاء محمد جنجوعہ

صہیونی نظریہ ہے کہ انسان خیر وشر میں خود تمیز کر سکتا ہے، اُسے آسمانی ہدایت کی ضرورت نہیں۔ صہیونی تنظیم نے غیر مسلم دنیا کو سیکولر نیلم پری کا اسیر کر دیا، اب اُس کی سرگرمیوں کا محور مسلم دنیا ہے۔ عالم اسلام میں جہاں کہیں شرعی قانون رائج تھا امریکہ نے انتہا پسندی کا واویلا مچا کر بزورِ قوت اُن میں سیکولر نظام رائج کر دیا حتی کہ بعض مسلم ممالک کے اندر نیم خود مختار ریاستوں میں شرعی قانون کے آثار تھے، امریکہ نے دہشت گردی کے خاتمے کی آڑ میں اُن کا نظام درہم برہم کر دیا۔

سعودی عرب کے خلاف کفار کی نفرت:

البتہ اسلامی دنیا میں سعودی عرب ایسا ملک ہے جہاں عدالتوں میں کتاب وسنت کا قانون نافذ ہے جس کی برکات سے عوام کی عزت، جان اور مال محفوظ ہیں اور قتل وغارت، لوٹ مار اور عصمت دری کے واقعات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ سعودی عرب میں شرعی قانون، جو آسمانی ہدایات پر مبنی ہے، کا نفاذ صہیونی پالیسی کے سراسر خلاف ہے۔ طاغوتی قوتیں چاہتی ہیں کہ سعودی عرب میں سیکولر نظام رائج ہو، جس سے قانون سازی کے اختیارات عوام کو حاصل ہو جاتے ہیں اور کتاب وسنت کا نفاذ عوام کی منظوری کا محتاج بن کر رہ جاتا ہے۔

سعودی عرب کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہاں سے دنیا بھر میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرکاری سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں قرآن کریم تقسیم ہو رہے ہیں۔ دنیا کے بیشتر ممالک کے صدر مقام میں عالی شان مساجد تعمیر کرائی گئیں۔ سعودی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کرنے والے ہزاروں علماء کرام دنیا کے ہر کونے میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حق ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ اہل مغرب جدیدیت کے حیوانی ماحول سے تنگ آ کر اسلام کے روحانی ماحول میں داخل ہو کر سکون قلب کی دولت حاصل کر رہے ہیں۔ ہر سال جن کی شرح میں پہلے کی نسبت اضافہ جاری ہے، اس لیے صہیونی خطرہ محسوس کر رہے ہیں کہ مستقبل قریب میں مسلمان مغربی دنیا میں اکثریت حاصل کر لیں گے اور اسلام کو سرکاری مذہب قرار دینے کے امکان نہ پیدا ہو جائیں تو انھوں نے سعودی عرب کے بارے گمراہ کن پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔

امریکی رسالے نیوز ویک دسمبر ۲۰۰۱ء اور فروری ۲۰۰۲ء کے خصوصی شمارے میں ہن ٹنگٹن کا ''مسلم جنگوں کا زمانہ'' اور فیوکویاما کے مضمون ''اُن کا ہدف دنیائے جدید'' کو نمایاں طور پر شائع کیا ہے۔ اس طویل بحث کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

> ''موجودہ کشمکش صرف دہشت گردی کے خلاف جنگ ہی نہیں بلکہ اسلامی فاشزم کے خلاف ہے، یعنی جدیدیت کا مخالف وہ انتہا پسند تنگ نظری پر مبنی نظریہ جو اسلامی دنیا کے مختلف حصوں میں آج کل جنم لے رہا ہے۔ اس اسلامی فاشزم کے ابھرنے کا الزام سعودی عرب پر دھرا جانا چاہیے۔ وہابی نظریہ صاف صاف اسلامی فاشزم ہے۔''
>
> (بحوالہ ماہنامہ خیر البشر لاہور، مارچ ۲۰۰۲ء)

صہیونی میڈیا نے عالمی سطح پر سعودی عرب کے خلاف نفرت کے جذبات ابھارے، جس سے متاثر ہو کر امریکہ نے سعودی حکومت سے مطالبہ کر دیا کہ وہ سعودی یونیورسٹیوں کا نصاب تعلیم تبدیل کر دے۔ اس کے جواب میں فیڈریشن آف اسلامک یونیورسٹیز کی ایگزیکٹو کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر عبداللہ جزبی نے دہشت گردی کے ساتھ

اسلام کا تعلق جوڑنے کے ٹرینڈ کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ کونسل امریکی مطالبے پر تعلیمی اداروں کے نصاب میں تبدیلی کے امکان کو زیرِغور نہیں لائے گی۔ اسلامی ایجوکیشن سائنٹیفک کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر عبدالعزیز نے اسلامی یونیورسٹیوں کے خلاف مغربی میڈیا کی مہم کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ اسلام کے دشمنوں کی مذموم مہم کا حصہ ہے۔ (روزنامہ اسلام، لاہور ۷/مارچ ۲۰۰۲ء)

صہیونی میڈیا نے سعودی عرب کے بارے مذہبی منافرت کے جراثیم کو اس حد تک پھیلایا کہ امریکہ کی صدارتی الیکشن مہم کے موقع پر سیاسی لیڈر اپنے منشور میں حرمین شریفین پر بم پھینکنے کا اعلان کرتے رہے۔

یہ تمام حالات وواقعات اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہودی اپنی عظیم صہیونی سلطنت کے نقشے، جس میں مدینہ منورہ بھی شامل ہے، کی تکمیل کے لیے آخری راؤنڈ کھیلنے والے ہیں۔ ملت اسلامیہ کا فرض منصبی ہے کہ وہ مذہبی وسیاسی فرقہ واریت کی دلدل سے نکل کر امت مسلمہ کی یک جہتی اور حرمین شریفین کے تحفظ کے لیے غور وفکر کرکے متفقہ لائحہ عمل تیار کرے۔

سعودی عرب سے تعاون پاکستان کی ذمہ داری:

امریکہ نے نائن الیون کا بہانہ تراش کر افغانستان پر حملہ کیا تو راقم نے اسے ''صہیونی جنگ کے شعلے'' کے عنوان سے تعبیر کیا جس کا اصل ہدف سعودی عرب ہے۔ طاغوتی قوتیں اسلامی ممالک کو سیاسی، دفاعی اور معاشی طور پر مفلوج کرنا چاہتی ہیں تاکہ سعودی عرب کو ہدف بناتے وقت کوئی اس کی مدد کرنے کا اہل نہ رہے۔ ہر ایک کو اپنے ملک کی بقا کی فکر دامن گیر ہو۔

نیٹو افواج نے افغانستان اور عراق پر اعلانیہ حملہ کیا لیکن پاکستان میں غیر اعلانیہ جنگ جاری ہے۔ امریکی ڈرون حملوں سے بے گناہ شہری ہلاک ہو رہے ہیں۔ پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں فوج اور عوام ایک دوسرے سے بدظن ہیں۔

عوامی انقلاب کی لہر نے مشرق وسطیٰ اور عرب ریاستوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس انقلاب کا کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ ایک آمر جائے گا دوسرا آجائے گا۔ انتخابی عمل سے کوئی سیاسی لیڈر برسرِاقتدار آ بھی گیا تو اُن کا سیاسی قبلہ بدستور واشنگٹن رہے گا۔ نومنتخب پارلیمنٹ وائٹ ہاؤس کے فیصلوں کی توثیق کرے گی۔

امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر کی تکمیل میں سنی شیعہ کشیدگی سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ عراق میں شیعہ کی اکثریت تھی لیکن سنی حکمران تھا۔ شیعوں کو ساتھ ملا کر صدام کا تختہ الٹ دیا گیا۔ شام میں اہل سنت کی اکثریت ہے۔ شیعہ حکمران طبقہ ہے۔ بادشاہی نظام کے خاتمے کے لیے مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی طرح سعودی عرب کے گرد ونواح شیعہ سنی بنیاد پر کشیدگی جاری ہے۔ امریکہ حزبِ اِختلاف کو ہڑتالوں، جلوسوں اور مظاہروں پر اکساتا ہے۔

المناک صورت حال یہ ہے کہ ایران اور لبنانی حزب اللہ شیعوں کی حمایت کر رہی ہے اور سعودی عرب اہل سنت کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ اس کے ردّعمل میں سعودی عرب میں مقیم شیعہ آبادی نے حکومت کے خلاف اور جمہوری نظام کے حق میں مظاہرے کیے، اس کے منفی اثرات پاکستان میں بھی ظاہر ہوئے۔ پاکستان کے در ودیوار پر آل سعود کو آل یہود لکھا گیا۔ کراچی میں سعودی سفارت کار کو نامعلوم افراد نے قتل کر دیا۔ مذہبی جماعتوں نے سعودی عرب کے حق اور مخالفت میں کار رجلوس نکالے۔

وطن عزیز میں سیاسی کشیدگی نازک صورت اختیار کرگئی ہے۔ روز افزوں مہنگائی نے غریب طبقے کی فکر کو مفلوج کر دیا ہے۔ عالم اسلام کو مقامی سطح پر ایسے سنگین حالات سے دوچار کر دیا گیا کہ کل کہیں خدانخواستہ طاغوتی قوتیں سعودی عرب خصوصاً حرمین شریفین کو ٹارگٹ بنائیں تو اُس وقت پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کو اپنی اپنی بقا کی فکر دامن گیر ہو اور وہ حرمین شریفین کے تحفظ سے غافل ہو جائیں۔

پاک سعودیہ رشتہ روحانی بنیاد پر پائیدار ہے۔ انھوں نے تکلیف دہ لمحات میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا۔ شاہ فیصل نے پاکستان کو اسلام کا قلعہ قرار دیا۔ شاہ عبداللہ نے فخریہ طور پر پاکستان کو اپنا دوسرا

گھر قرار دیا۔ سعودی عرب نے قدرتی آفات کے موقع پر پاکستان کا ساتھ دیا۔ جب پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کیا تو اہل مغرب نے پابندیاں عائد کیں تو سعودی عرب نے پاکستان کے لیے خزانے کا منھ کھول دیا۔ صہیونی تنظیم گھناؤنی وارداتیں کر کے پاک سعودیہ تعلقات میں نفرت کی دیوار حائل کرنا چاہتی ہے۔

حکومت پاکستان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ جس طرح امریکہ کو مطلوب کسی پاکستانی شہری کی گرفتاری کے لیے ایجنٹوں کو متحرک کر دیتی ہے اسی طرح سعودی سفارت کار کے قاتل کا کھوج لگائے اور اسے عبرت ناک سزا دے۔ پاکستان کے ایران سے بھی خوشگوار تعلقات ہیں۔ حکومت پاکستان اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے ایران اور سعودی عرب میں کشیدگی کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔

وطن عزیز کے سیاسی ومذہبی راہنما قومی سیاست میں الجھے ہوئے ہیں، اُن کے پاس فرصت ہی نہیں کہ وہ سوچیں کہ سعودی عرب کے بارے صہیونیت کیا گیم کھیل رہی ہے۔ بلاشبہ پاکستان کی سلامتی وخود مختاری اہم مسئلہ ہے لیکن اس سے بڑا مسئلہ حرمین شریفین کے تحفظ اور سلامتی کا ہے۔ بقول کالم نگار اسد اللہ غالب:

> ''میں اس تفصیل میں جانا نہیں چاہتا کہ ہم قبلہ اوّل سے کیوں محروم ہوئے۔ مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ یہی کھیل سعودی عرب میں بھی کھیلا جائے گا۔ اللہ نہ کرے ایسی نوبت آئے۔ اس سے پہلے پہلے ہمیں حالات کی نزاکت کو سمجھنا ہوگا اور انتہائی تیز رفتار فیصلے کرنا ہوں گے۔ سعودی عرب کی خودمختاری، آزادی اور اس کے اقتدار اعلیٰ کے لیے ہمیں اپنی ساری فوج اپنی پوری ایٹمی قوت کے ساتھ جھونکنی پڑے تو ہمیں اس سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ پوری مسلم امہ اور ہماری بقا کا راز اس ایک فیصلے میں مضمر ہے۔''

(روزنامہ ایکسپریس، ۴/اپریل ۲۰۱۱ء)

سعودی عرب کی یک جہتی وسلامتی اور حرمین شریفین کے تحفظ کے لیے شاہ فیصل شہید رحمہ اللہ کے کہے ہوئے الفاظ ''پاکستان اسلام کا قلعہ ہے'' کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت ہے۔ اللہ قدیر حکومت پاکستان کو اہم ذمہ داری سرنجام دینے کی توفیق دے۔ آمین

ملی مجلس شرعی کے لیے غور وفکر کا مقام:

ملی یک جہتی کونسل نے پاکستان میں شیعہ سنی تصادم کے خاتمے اور امن وامان قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا لیکن نادیدہ قوت نے اسے انتخابی دنگل میں دھکیل کر ملی اتحاد کی طرف پیش رفت پر کاری ضرب لگا دی۔ چند محبّ وطن احباب کی مساعی جمیلہ سے ملی مجلس شرعی قائم ہوئی ہے جس میں مختلف مکاتیب فکر کے علماء ماہانہ اجلاس میں اہم مذہبی وقومی مسائل پر غور وفکر کرتے ہیں۔ اُن کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ بین الاقوامی نوعیت کے ملی مسائل پر غور کریں کہ صہیونی تنظیم کے حرمین شریفین سے متعلق مذموم عزائم کو ملیا میٹ کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ خلیجی عرب ریاستوں میں حکمران طبقہ اور عوام میں شیعہ سنی بنیاد پر تصادم کا خاتمہ کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ نیز پاکستان پر اس کے پڑنے والے اثرات کو زائل کیسے کیا جائے؟ سعودی عرب میں جمہوری انقلاب سے کس قسم کے نتائج برآمد ہوں گے؟ عدمِ مداخلت کی بین الاقوامی قانون کی مجبوری کو مدنظر رکھ کر حکومت پاکستان کس طرح اور کس نوعیت کا سعودی حکومت سے تعاون کرے؟

مشرق وسطیٰ میں آزادی کی عوامی لہر نمودار ہوئی تو پاسکتان میں سعودیہ مخالف لابی اس امر کی منتظر رہی کہ کب جمہوری انقلاب آئے تو ہمیں مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ میں مذہبی جلسے کرنے اور جلوس نکالنے کی آزادی حاصل ہو۔ چونکہ حرمین شریفین میں غیر مسلموں کے داخلے پر پابندی عائد ہے لیکن جمہوری نظام کے تحت اس پابندی کو ختم کرنا پڑے گا بلکہ انھیں مذہبی آزادی کے تحت گرجا، ہیکل اور مندر تعمیر کرنے کی اجازت دینا پڑے گی۔ اور سعودی عرب میں بسنے والے یہود ونصاریٰ اور ہنود کو ویلنٹائن ڈے، کرسمس اور بسنت بھی کھلے عام منانے کی آزادی حاصل ہوجائے گی۔ اگر آپ روکنا بھی چاہیں تو بین الاقوامی قانون کی رو سے نہ روک سکیں گے۔

درست ہے کہ آپ آزادی رائے کا حق استعمال کرتے ہوئے اپنی مرضی سے تقریر کرسکیں گے لیکن اس آزادی رائے کی آڑ میں توہین رسالت، اہل بیت عظام کی شان میں گستاخی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا کرنا قانوناً جرم نہ رہے گا۔

پاکستان کی دینی جماعتیں انسانی خود ساختہ دستور کو اسلامی بنانے کی مسلسل جدوجہد کررہی ہیں۔ ساٹھ سال سے زائد عرصہ بیت گیا لیکن قرآن وسنت ''سپریم لا'' نہ بن سکا۔ اس کے برعکس سعودی عرب میں کتاب وسنت کی حکمرانی ہے۔ قابل غور امر ہے کہ جب جمہوری نظام آیا تو عوام کو آئینی حاکمیت کے اختیار حاصل ہوجائیں گے اور ربّ کے قرآن اور رحمت کائنات ﷺ کے فرمان کا نفاذ عوام یا اُن کے منتخب نمائندوں کی منظوری کا محتاج ہوکر رہ جائے گا۔

سعودی عرب میں شرعی قانون کے نفاذ کی وجہ سے امن وامان قائم ہے۔ خدانخواستہ عوامی قانون نافذ ہوا تو پاکستان کی طرح سعودی عرب میں عوام کی عزت، جان ومال کو تحفظ حاصل نہ رہے گا۔ سود کی حرمت اور زکوٰۃ کی برکات کی وجہ سے سعودی عرب مالی طور پر مستحکم ہے۔ لیکن جمہوری نظام میں معاشی آزادی کی وجہ سے جوا اور سودی کاروبار کرنے والوں کو کھلی چھٹی مل جائے گی۔ علماء سے دردمندانہ التماس ہے کہ وہ سعودیہ میں جمہوری تگ ودو کرنے والوں کا دست وبازو نہ بنیں۔

عالم عرب کی ذمہ داری:

یہودیوں نے ۱۹۶۹ء میں مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی تو ملت اسلامیہ میں الجہاد الجہاد کے پرشگاف نعرے بلند ہوئے، آناً فاناً سرخ وسفید سامراج سے منسلک مسلم سربراہوں کا اجلاس ہوا اور او، آئی، سی معرض وجود میں آ گئی۔ نتیجتاً مسلم دنیا میں غم وغصہ کی لہر تحلیل ہوگئی۔ مغربی ممالک نیٹو معاہدے کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ دفاعی تعاون کرنے کے پابند ہیں۔ لیکن او، آئی، سی کے اجلاس میں مسلم ممالک کے مابین کوئی دفاعی معاہدہ طے نہیں پایا گیا۔ ہر مسئلے کا حل اقوام متحدہ سے سفارش تک محدود کردیا گیا۔ گویا او، آئی، سی خود مختار تنظیم نہیں بلکہ اقوام متحدہ کا تابع ادارہ ہے۔ یہی وجہ ہے اس کی کارکردگی صفر رہی۔ البتہ اس دوران صہیونی تھنک ٹینک نے مسلمانوں کے اہم علمی خاندان کے نوجوانوں کی برین واشنگ کی جنھوں نے آرٹیکل لکھ کر ثابت کرنے کی مذموم کوشش یہ کی کہ مسجد اقصیٰ کی تولیت کے حق دار یہودی ہیں۔

کچھ عرصہ قبل لندن میں حجاز کانفرنس ہوئی تھی جس کے اعلامیے میں کہا گیا کہ مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ اس وقت مسلم ممالک کو عالم اسلام کے مسائل میں قطعاً کوئی دلچسپی نہیں کیونکہ ہر ایک ملک اپنے اندرونی مسائل میں بری طرح الجھا ہوا ہے۔ عرب دنیا چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹی ہوئی ہے۔ طرفہ تماشا یہ کہ ان میں سے اکثر نے اپنے تحفظ کے لیے مغربی اقوام سے دفاعی معاہدے کیے ہوئے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ عرب دنیا از سر نو خلافت کے پرچم تلے متحد ہوجائے۔ اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لیں اور موجودہ دور کی عرب ریاستیں صوبائی حیثیت اختیار کرلیں۔

تعلیمی نصاب میں نئی نسل کو قرونِ اولیٰ کی تاریخ سے روشناس کرایا جائے کہ کس طرح اُن کے دور میں کوئی جہاز مسلمانوں کی اجازت کے بغیر سمندر میں حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ ہر بالغ شہری کو دفاعی تربیت دی جائے۔ تیل اُن مغربی ممالک کو دو جو تم کو زرعی، صنعتی اور ایٹمی ٹیکنالوجی فراہم کریں۔ مغربی ممالک کے بنکوں میں جمع سرمایہ نکال لیا جائے اور اپنے ملک میں صنعت وحرفت کا جال پھیلایا جائے۔

تجارتی، صنعتی اور دفاعی معاہدوں کے لیے مسلم ممالک کو ترجیح دی جائے۔

قوموں کی بقا کا انحصار عدل وانصاف پر ہے۔ شرعی قانون کے بغیر عدل کا حصول ناممکن ہے، اس لیے بلا تاخیر کتاب وسنت کا قانون نافذ کیا جائے۔

عرب ریاستوں میں جہاں مغربی افواج مقیم ہیں، ٹائم ٹیبل دے

کر اُن کو بے دخلی پر مجبور کیا جائے۔ جہاں ناگزیر ضرورت ہو مسلم ممالک سے فوج بلائی جائے۔ دفاعی افواج کو ایمانی قوت اور اسلحہ کے زیور سے آراستہ کیا جائے تاکہ کوئی آپ کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ کرسکے۔عرب دنیا میں جہاں جہاں غیر مسلم آباد ہیں ان کی عزت، جان اور مال کے تحفظ کو یقین بنایا جائے۔

شیعہ سنی نظریاتی اتحاد مشکل امر ہے، البتہ پائیدار امن کے لیے متفقہ لائحہ عمل تیار کیا جائے تاکہ کسی قسم کی مداخلت کی صورت میں ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لیے اُن کے آلہ کار نہ بنیں بلکہ سیسہ پلائی دیوار بن کر دشمن کا مقابلہ کریں۔صہیونی ورلڈ آرڈر کا تدارک ایمان میں پختگی اور اتحاد میں مضمر ہے۔

خاتم النّبیین ﷺ مدینہ منور تشریف لائے تو آپ نے مقامی قبائل کے ساتھ امن معاہدہ کیا، یہودیوں نے پے در پے خلاف ورزی کی۔مسلمانوں نے چڑھائی کردی اور اُن کو مدینہ منورہ سے نکلنے پر مجبور کردیا، پھر انھیں خیبر میں ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔وہ اُس وقت سے لے کر تا حال مسلمانوں کے خلاف فکری وعسکری محاذ پر سرگرم عمل ہیں۔اُن کی تخریبی کارروائیوں کا مقصد یہ رہا کہ کس طرح آبائی علاقوں پر قبضہ کرکے مسلمانوں کو بے دخلی پر مجبور کردیا جائے۔ صلیبی جنگوں کے شعلے بھڑکانے والے صہیونی تھے۔ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے واقعے میں وہی ملوث ہیں لیکن صہیونی میڈیا نے آناً فاناً اس کا الزام مسلمانوں پر عائد کردیا۔

نیٹو افواج دہشت گردی کے خاتمے کی آڑ میں اسلامی ممالک کو ایک ایک کرکے تر نوالہ بنا رہی ہیں۔دوسرے مسلمان خاموش تماشائی بن کر اپنی باری کا انتظار کررہے ہیں۔عوامی انقلاب کی لہر نے مشرق وسطیٰ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ عالم اسلام میں حکومت اور عوام کے مابین اقتدار کی رسہ کشی جاری ہے۔ اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ اسرائیل کے نقشے میں مدینہ منورہ شامل ہے۔صہیونی تنظیم نے خفیہ سازش سے مسلم دنیا کو سنگین حالات سے دوچار کردیا۔ممکنہ خطرہ لاحق ہے کہ صہیونی کہیں حرمین شریفین پر تسلط جمانے کی عملی کوشش شروع نہ کردیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام عرب ریاستیں متحد ہو کر صہیونی ورلڈ آرڈر کے سامنے آہنی دیوار بن جائیں۔خدانخواستہ ان کی طرف پیش رفت نہ ہوسکے تو سعودی عرب کے فرمانرواؤں کو صہیونی ورلڈ آرڈر کے خلاف ملک شاہ عبدالعزیز کی طرح جرأت مندانہ موقف اپنانے کی ضرورت ہے۔ جب امریکی صدر ٹرومین نے سعودی عرب کے شاہ عبدالعزیز کو خط لکھا کہ آپ اپنا اثر ورسوخ استعمال کرکے عرب قوم کو اپنے ہم وطن یہودیوں کے ساتھ مصالحت پر آمادہ کرلیں تو شاہ عبدالعزیز نے جواباً کہا:

''تیل کے کنویں ہمارے لیے اہم نہیں بلکہ ہمارے لیے اسلام اور ارض مقدس اہم ہے۔ جس کے لیے میں اپنے بیٹوں سمیت آخری قطرہ خون تک لڑنے کے لیے تیار ہوں۔''

شاہ فیصل بن عبدالعزیز نے حج کے موقع پر دنیا بھر کے حجاج کرام سے مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

''پیارے بھائیو! یروشلم کا مقدس شہر (بیت المقدس) آپ کو پکارتا ہے کہ آپ اس کو بے حرمتی سے بچائیں۔ اپنے مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کب تک برداشت کریں گے! کیا ہم مرنے سے ڈرتے ہیں؟ کیا اس سے بہتر کوئی موت ہے کہ ہم اللہ کے لیے جہاد میں جان دے دیں۔ پیارے برادرانِ اسلام! ہم ایک خالص اسلامی جہاد چاہتے ہیں جو قومی ونسلی بنیاد پر نہ ہو کیونکہ اس جہاد کا مقصد ہمارے عقیدہ ومذہب اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کرنا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے ایسے مقدس جہاد میں ایک شہید کی موت مرنے کی التجا کرتا ہوں۔'' (المنبر ،فیصل آباد، جلد:۱۴،شمارہ:۱۰۰)

جب احتجاج کے باوجود اہل مغرب نے اسرائیل نواز پالیسی ترک نہ کی تو شاہ فیصل نے اسرائیل کی مدد کرنے والے ممالک کو تیل کی سپلائی بند کرنے کا اعلان کردیا جس سے امریکی مفاد پر کاری

ضرب لگی۔

شاہ فیصل بن عبدالعزیز نے زبان سے نکلے تاریخی الفاظ کو اپنے خون سے تحریر کرکے جانشین بھائیوں کے لیے عملی نمونہ پیش کردیا۔ اس سے پہلے کہ صہیونی غنڈے مرکز اسلام کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کا ارادہ کریں سعودی فرمانرواؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے اولی العزم باپ کی تاریخی وصیت کو دل کے آئینے میں سجائیں اور اپنے شہید فیصل بھائی کے نقش قدم پر چل کر مسجد اقصیٰ کے تقدس کی بحالی کے لیے اسرائیل کے خلاف دعوت وجہاد کا پرچم بلند کریں۔

ابتدائی طور پر خلیجی علاقے میں موجود یہود ونصاریٰ کی فوج کو دعوت اسلام دے، بصورت دیگر اُن کے انخلا کا حکم جاری کرے اور پہلے سے دی ہوئی مراعات ضبط کرے۔ حکم عدولی کی صورت میں جو کچھ اسلحہ ہے اس پر توکل کرکے اُن کے خلاف سینہ سپر ہوکر میدانِ بدر کی یاد تازہ کریں۔ حرمین شریفین کے خادم، ائمہ کرام اور سلامی لشکر کے سربراہ مجاہدین کی پہلی صف میں کھڑے ہوکر ربّ کے دربار میں دعا کریں: یا اللہ! تو قدیر ہے، ہم کمزوروں کو قدرت عنایت کر۔ تُو ناصر ہے، ہماری غیبی نصرت فرما۔ جس طرح تُو نے ابابیلوں کی چونچ میں پتھروں کو قوت دی تھی جنھوں نے ابرہہ کے ہاتھیوں کے لشکر کو بھوسے کی مانند کردیا تُو آج بھی مجاہدین کی بندوقوں سے نکلتی ہوئی گولیوں میں وہی قوت عطا فرما کہ صہیونی اور صلیبی بحری بیڑے سمندر میں غرق ہوجائیں۔ اس وقت تک جہاد جاری رکھا جائے جب تک صہیونی آتش فشاں پہاڑی کے شعلے بحر احمر کی نذر نہ ہوجائیں۔

دنیا بھر کے مسلمان کیمونسٹوں کے خلاف افغان جہاد میں شامل ہوسکتے ہیں تو حرمین شریفین کے تحفظ کے لیے تو لبیک لبیک پکار کر حاضر ہوں گے، بشرطیکہ سعودی حکومت کی طرف سے جہاد کا اعلان ہو۔ چنانچہ عالم عربی عزم واستقلا کے پیکر بن کر صہیونی قوت کے خلاف جرأت مندانہ موقف اختیار کرکے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرسکتے ہیں، ورنہ اُن کی اپنی سلامتی کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔

خلافت بنوامیہ کے دور میں جہاد کی برکت سے اسلامی سلطنت جتنی وسیع ہوئی اس کے بعد تاریخ اسلام میں اس کی نظیر نہیں ملتی لیکن اس دور میں نومسلموں کے تعلیم وتزکیہ کا خاطرخواہ انتظام نہ کیا گیا جبکہ خلافت بنوعباسیہ کے دور میں علوم وفنون کی ترویج وتحقیق سرکاری سرپرستی میں اس قدر ہوئی کہ اس دور میں مسلم سکالر یورپ کی جہالت کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوئے۔ لیکن جہاد کی طرف کماحقہ توجہ نہ دی گئی تو تاتاری قدرت کی طرف سے عذاب بن کر نمودار ہوئے۔ جب رب نے ان تاتاریوں کو ہدایت کی دولت سے نوازا تو وہی اسلام کے محافظ بن گئے جن کے دور میں برصغیر میں اسلامی حکومت کو استحکام نصیب ہوا۔ اسلام زندہ وتابندہ ہے اور پائندہ رہے گا۔ اسلام کی عظمت وشوکت کسی خاندان کی محتاج نہیں بلکہ مسلم سلاطین کے عروج کا راز دعوت وجہاد اور عدل وانصاف میں مضمر ہے۔



اخبار دارالدعوۃ السلفیہ

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

منعقدہ ۲۱/جنوری ۲۰۱۲ء

دارالدعوۃ السّلفیہ کی مجلس عاملہ کا اجلاس مؤرخہ ۲۱ جنوری ۲۰۱۲ء کو صدر ادارہ مولانا ابوبکر صدیق السّلفی حفظہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں باقی تمام اراکین مجلس نے شرکت کی۔ ایک محترم نائب صدر نجی مصروفیت کے سبب تشریف نہ لا سکے۔

تلاوت قرآنِ مجید کے بعد صدر ادارہ نے سابقہ اجلاس کی کارروائی کی توثیق کی اور ہاؤس کی جانب سے مولانا معین الدین لکھوی، حافظ محمد اسماعیل اسد اور شیخ محمد اسلم صاحبان کی وفات پر اظہار تعزیت کیا گیا اور مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔

- ایجنڈے پر بحث کے آغاز میں یہ طے کیا گیا کہ کارروائی کی تمام تفصیلات کو نظر انداز کرکے آئندہ صرف فیصلے ریکارڈ کیے جائیں۔
- رمضان المبارک میں آمدہ رقم کی تفصیلات سے مجلس عاملہ کو آگاہ کیا گیا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ تمام رقوم دارالدعوۃ السّلفیہ کے کھاتے میں جمع کی جائیں اور اسی کے کھاتے سے الاعتصام کو امدادی رقوم جاری کی جائیں نیز اخراجات کی تفصیلات ان کے عنوانات کے تحت پیش کی جائیں۔
- دارالدعوۃ السّلفیہ اور اس کے ذیلی اداروں (مسجد اور مدرسہ کے علاوہ) کے دفاتر کے اوقات (سردیوں اور گرمیوں میں ۹ بجے صبح سے ۵ بجے شام) مقرر کیے گئے۔
- لائبریری میں آمدہ کتب میں سے مکررات کے تبادلے کے لیے مطابع کے مختلف ہونے والی کتابیں اور وہ کتابیں جن پر علماء کے نوٹس ہوں کو مکررات سے مستثنٰی قرار دیا گیا۔
- دارالدعوۃ السّلفیہ کے وقف ہونے کی قانونی کارروائی کے لیے ضروری معلومات چوہدری نعیم صادق صاحب ایڈووکیٹ مہیا کریں گے۔
- تنقیح الرواۃ کی تخریج کے سلسلے میں رفیق ادارہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب بلتستانی کو ہدایت دی گئی کہ وہ ہر روز کام کا آغاز کرنے سے پہلے ایک ہدف مقرر کریں اور پھر اسے پورا کریں۔ کام کے دوران کوئی مشکل پیش ہو تو مولانا ارشاد الحق اثری صاحب سے براہِ راست رابطہ کرکے ان سے راہنمائی حاصل کریں۔
- ادارہ والے ایک ٹیلی فون کو انٹرنیٹ میں تبدیل کرنے کی منظوری دی گئی۔
- ادارہ میں بیرونِ ملک سے آنے والے مہمانوں کی ان کے شایانِ شان تواضع کی جائے اور ان کی آمد سے پہلے صدر ادارہ کو مطلع کیا جائے تاکہ وہ ان سے ملاقات کا شرف بھی حاصل کرسکیں۔
- ادارہ میں نئی وائرنگ کروانے کی منظوری دی گئی۔
- الاعتصام نیٹ پر شروع ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں فیصلہ کیا گیا کہ حالیہ پرچوں کے ساتھ پرانے پرچے بھی اپ لوڈ کیے جایا کریں۔
- الاعتصام کی ادارت کے لیے کسی صاحب علم کی تلاش کا فیصلہ کیا گیا۔
- الاعتصام میں شائع ہونے والی کتب کی فہرست مصنّفین کے اعتبار سے شائع کی جانی چاہیے۔

سیکریٹری

ادارہ دارالدعوۃ السّلفیہ

شیش محل روڈ، لاہور۔

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۴۱۱ ۲۹۷ء شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید
ع ۳۶۵ خ خصائل ایمان، ص:۸۰۔ ادارہ تبلیغ القرآن والسنۃ، لاہور۔
۴۱۱ ۲۹۷ء مفتی عبدالرحمٰن
ع ۳۴ د داتا کون؟ ص:۴۸۔ ادارہ تبلیغ الاسلام جام پور۔
۴۱۱ ۲۹۷ء مفتی عبدالرحمٰن
ع ۳۴ د داتا کون؟ ص:۴۸۔ مرکزی ادارہ اشاعۃ السنۃ النبویہ، فیصل آباد۔
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد صادق سیالکوٹی
ع ۴۷ ا ارشادات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، ص:۸۰۔
۴۱۱ ۲۹۷ء الشیخ عبداللہ بن احمد الحویل
ع ۵۷ ف فہم توحید، ص:۱۷۶۔ دارالامۃ للنشر والتوزیع۔
۴۱۱ ۲۹۷ء حضرت مولانا غلام اللہ خان
غ ۴۰۲ ت توحید پاکٹ بک، ص:۴۰۴۔ کتب خانہ رشید، راولپنڈی
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد فتح اللہ گولن
ف ۳۵ ت تقدیر کتاب وسنت کی روشنی میں، :۱۶۲۔ ہارمونی پبلی کیشنز، اسلام آباد۔
۴۱۱ ۲۹۷ء مولانا سیّد فردوس شاہ صاحب قصوری
ف ۶۵ ۴ التحیات للہ والصلاۃ والطیبات، ص: ۲۰۸۔ مکتبہ نذیریہ، لاہور۔
۴۱۱ ۲۹۷ء پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی
ف ۶۵ د دعوت دین کسے دیں، ص:۲۴۶۔ دارالنور، اسلام آباد۔
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد اقبال کیلانی
ک ۹۰۴ ک کتاب التوحید، ص: ۱۵۱۔ حدیث پبلی کیشنز، حضرت کیلیانوالہ، گوجرانوالہ۔
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد بن عبدالوہاب
م ۳۸۱ ک کلمہ توحید کا فکری پہلو، ص:۳۶۔

۴۱۱ ۲۹۷ء محمد بن عبدالوہاب
م ۲۸۱ ت توحید کیا ہے؟ ص:۴۲۔ فردوس پبلی کیشنز، دہلی۔
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد بن عبدالوہاب
م ۲۸۱ ت توحید کی تلاش، ص:۱۰۳۔ مرکز تحقیق واشاعت، مسجد اتحاد المسلمین، لاہور۔
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد
م ۲۸۱ ت توحید کیا ہے؟ ص:۶۴۔ مرکز تحقیق واشاعت، اتحاد المسلمین، لاہور۔
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد بن عبدالوہاب
م ۲۸۱ ک کتاب التوحید، ص: ۱۴۴۔ نور محمد اصح المطابع، آرام باغ، کراچی۔
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد خان منہاس
م ۴۱۶ ت توحید اور شرک، ص:۶۴۔ الفوز اکیڈمی، اسلام آباد۔
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد بن عبدالوہاب
م ۲۸۳ ش کشف الشبہات، ص:۳۱۔ انصار السنۃ المحمدیہ، لاہور۔
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد بن عبدالوہاب
م ۲۸۱ د دافع الشبہات ترجمہ کشف الشبہات، ص:۴۴۔ دار نشر التوحید والسنۃ، مظفر گڑھ۔
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد بن عبدالوہاب
م ۲۸۱ ک کتاب التوحید، ص:۱۵۷۔ دارالداعی للنشر والتوزیع، ریاض۔
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد بن عبدالوہاب
م ۲۸۱ ک کتاب التوحید، ص:۴۳۱۔ طارق اکیڈمی، فیصل آباد۔
۴۱۱ ۲۹۷ء محمد بن عبدالوہاب
م ۲۸۱ ک کتاب التوحید، ص:۱۶۰۔ دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور۔
۴۱۱ ۲۹۷ء ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ

م ۶۱۵ و وجودِ باری تعالیٰ اور توحید، ص: ۳۷۹۔ ملک سنز ناشران وتاجران کتب ۱۷ ڈی۔ مکہ کالونی گلبرگ iii، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱۱ محمد بن عبدالوہاب

م ۲۸۱ ک کتاب التوحید، ص: ۳۱۳۔ مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ، کراچی۔

۲۹۷ء۴۱۱ مولانا محمد علی (مجموعہ ۳ کتب)

م ۵۲۵ ت تفسیر کلمہ طیبہ، دائرۃ المعارف، لٹن روڈ، لاہور۔
۲۔ کلمہ طیبہ، چودھری بہاول خان ناگرہ، ص: ۳۴۔ فردوس پبلی کیشنز، دہلی۔
۳۔ خالص توحید، شیخ محمد شفیع، ص: ۲۷۔ مکتبہ محمدیہ، سیکڑامی پلاٹ، اورنگی ٹاؤن، کراچی۔

۲۹۷ء۴۱۱ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی

ن ۲۸۱ ت توحید، ص: ۴۳۔ مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی نمبر۲۔

۲۹۷ء۴۱۱ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

ن ۶۷ ا اسلامی توحید، ملقب بہ مومن کی پہچان از روئے قرآن، ص: ۳۳۔ عمدۃ المطابع، لکھنو۔

۲۹۷ء۴۱۱ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

و ۸۶ م مسئلہ توحید، ص: ۷۹۔ مکتبہ غزنویہ، ۴ شیش محل روڈ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱۱ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

و ۸۶ م مسئلہ توحید، ص: ۸۰۔ مولانا محمد رمضان ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث، نزد شاہ عالمی گیٹ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱۱ مولانا محمد حنیف یزدانی

ی ۲۵ م مرشد جیلانی کے ارشاداتِ حقانی، ص: ۱۰۸۔ مکتبہ نذیریہ، اقبال ٹاؤن، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱۱ حافظ صلاح الدین یوسف

ی ۸۸۴ ت توحید اور شرک، ص: ۱۲۰۔ دارالسلام، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱۱ حافظ صلاح الدین یوسف

ص ۸۱ ح حقوق اللہ، ص: ۴۴۔ دارالسلام، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱۱ محمد بن صالح العثیمین

ع ۶۳۵ ع عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ، ص: ۸۰۔ الدار العلمیہ، موری گیٹ، دہلی ۶ ...... انڈیا۔

۲۹۷ء۴۱۳ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

م ۷۹ م مسئلہ جبر وقدر، ص: ۱۲۰۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱۳ مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (مجموعہ ۱۱ کتب)

م ۷۰۹ خ الخیر الجاری فی بیان العلم المختص بالباری، ص: ۱۲۔
۲۔ حنفی اہل حدیث، ص: ۴۔
۳۔ مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام مناظرہ ما بین حافظ عبدالغفور صاحب جہلم، اور قاضی شمس الدین دیوبندی تحریری مناظرہ، ص: ۷۹۔ مکتبہ رشیدیہ، دارالحدیث، جہلم۔
۴۔ فتویٰ امین بالجہر والدر الثمین فی الجہر بالتامین مولانا عبدالستار محدث دہلوی، ص: ۱۰۴۔ مکتبہ ایوبیہ، ناشران کتب اسلامی حدیث محل، کراچی نمبر۱۔
۵۔ مناظرہ آٹھ رکعت تراویح، حنفی کتب سے آٹھ تراویح کا ثبوت، مولانا قاری عبدالغفار صاحب سلفی، ص: ۳۶۔ مکتبہ ایوبیہ، کراچی۔
۶۔ فاتحہ خلف الامام مع رسالہ فصل الخطاب (مکالمہ) حنفی اہل حدیث، ص: ۴۰۔ مکتبہ ایوبیہ، کراچی۔
۷۔ امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے، مولانا بدیع الدین راشدی، ص: ۳۱۔ المکتبۃ الراشدیہ، ضلع حیدرآباد، سندھ
۸۔ فتویٰ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی دربارہ فرضیت قراءۃ، فاتحہ خلف الامام، ص: ۱۳۔ ادارہ تبلیغ جمعیۃ اہل حدیث، جام پور۔
۹۔ چہل حدیث بابت فاتحہ خلف الامام، مولانا محمد عبداللہ، ص: ۳۲۔ ادارہ تبلیغ جمعیۃ اہل حدیث، جام پور
۱۰۔ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت نہیں ہے، مولانا محمد یحییٰ شرقپوری، ص: ۴۰۔ جماعت اہل حدیث جام پور ڈیرہ غازی خان۔
۱۱۔ مسئلہ رفع الیدین خادم الاسلام، پیر محمد القریشی، ص: ۲۴۔ جمعیت نوجوانان اہل حدیث مسجد دارالسلام اہل حدیث، حیدرآباد، سندھ۔

آوازِ غیب

آتی ہے دم صبح صدا عرش بریں سے
کھویا گیا کس طرح ترا جوہر ادراک!
کس طرح ہوا کند ترا نشتر تحقیق
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک
تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزاوار
کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلام خس و خاشاک
مہر و مہ و انجم نہیں محکوم ترے کیوں
کیوں تیری نگاہوں سے لرزتے نہیں افلاک
اب تک ہے رواں گرچہ لہو تیری رگوں میں
نے گرمی افکار، نہ اندیشہ بے باک
روشن تو وہ ہوتی ہے، جہاں بیں نہیں ہوتی
جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہ پاک
باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری
اے کشتہ سلطانی و ملائی و پیری!

(علامہ محمد اقبال)